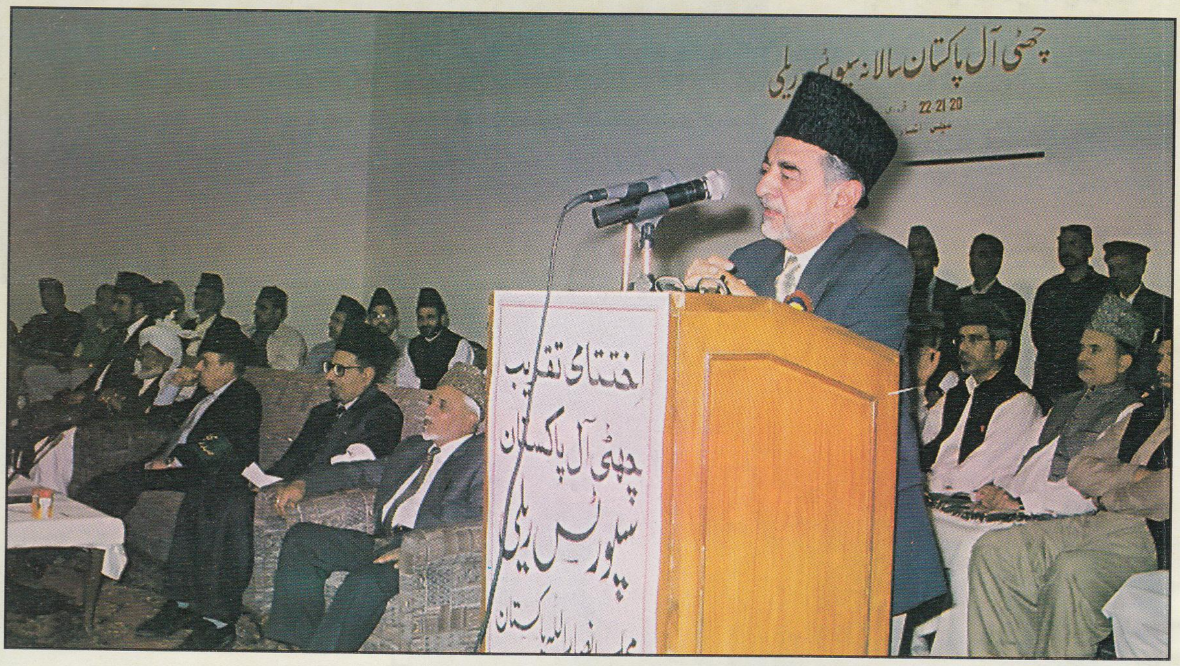
ماہنامہ
انصار اللہ

شہادت ۱۳۸۳ہش
اپریل ۲۰۰۴ء

ایڈیٹر
نصراللہ خاں ناصر

مجلس انصاراللہ پاکستان کی چھٹی سپورٹس ریلی ۲۰۰۴ء

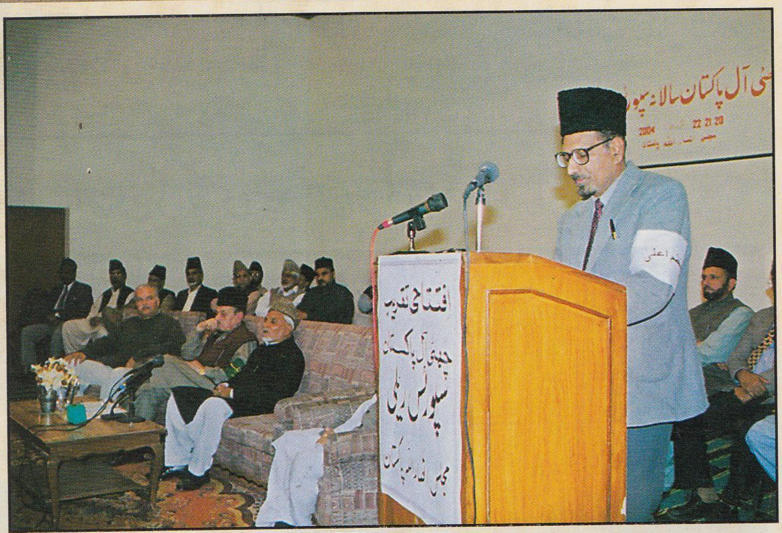


مہمان خصوصی مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی سپورٹس ریلی سے خطاب کررہے ہیں



سپورٹس ریلی ۲۰۰۴ء کے کھلاڑی اورناظرین

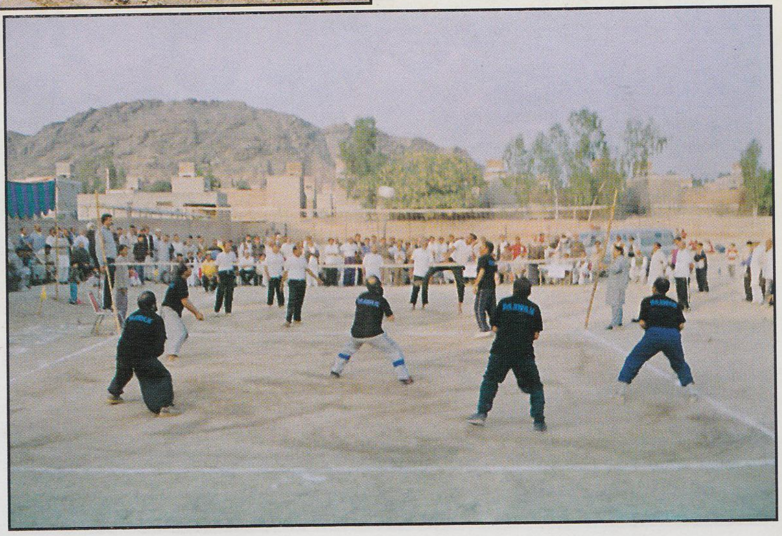
مجلس انصاراللہ پاکستان کی سپورٹس ریلی ۲۰۰۴ء کے مختلف مناظر



مکرم پروفیسر قریشی عبدالجلیل صادق صاحب
(قائد صحت جسمانی) منتظم اعلیٰ سپورٹس ریلی کا
لائحہ عمل اور دیگر تفصیلات پیش کر رہے ہیں



رسہ کشی کے مقابلہ کا ایک دلکش منظر
(ربوہ/سرگودھا)



سپورٹس ریلی میں والی بال
کا فائنل مقابلہ (ربوہ/لاہور)

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماھنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصر اللہ خاں ناصر

شہادت ۱۳۸۳ ہش ۔ اپریل ۲۰۰۴ء

جلد نمبر ۴۵

شمارہ نمبر ۴

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر ۔ جاوید احمد جاوید ۔ ریاض محمود باجوہ ۔ محمود احمد اشرف

اس شمارہ میں

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
کمپوزنگ: سفیر کمپوزنگ سنٹر ربوہ

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ .... ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ ...... دس روپے

اداریہ

دائمی زندگی!

قرآن کریم نے تخلیق نسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبودیت قرار دیا ہے۔ انسان خواہ کسی بھی حیثیت کا ہو یا کسی بھی سرزمین کا باسی ہو مشرقی یا مغربی۔ وہ جب تک ''عبد مورد'' نہ ہوگا یعنی ایسی مٹی کی مانند جو اپنے اوپر پڑنے والے قدم کے نقوش قبول کرلے اور اپنے قلب صافی پر وہ نقش نہ لے جو حسن باری تعالیٰ کا عکس ہوں وہ حقیقی بندہ نہیں کہلا سکتا۔ ایسے اعلیٰ درجہ کے انسانی روپ میں ڈھلنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہونا ضروری ہے۔ اور وہ ظاہرہ تجسم سے پاک وجود اپنی بے شمار اعلیٰ صفات سے شناخت کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی سے اس کی محبت کی منزلیں طے ہوتی ہیں اور جب انسان اپنے لئے نیستی اختیار کرتا ہے۔ تو اس کا وجود صفحۂ ہستی پر آتا ہے اسے فنافی اللہ کا مقام ملتا ہے۔ پھر یہیں سے انسان دوسری انسانیت کی محبت میں محویت اختیار کرلیتا ہے اور یوں ایک طرف اس کی محبت اپنے خالق کے ساتھ اور دوسری طرف انسانیت سے ہوجاتی ہے یا دوسرے پہلو سے انسانیت سے محبت کا ثمر اللہ تعالیٰ کی محبت کی صورت میں پاتا ہے۔ اسی مقام سے اللہ تعالیٰ کے بندے کی اگلی منزل کا سفر شروع ہوجاتا ہے۔ یعنی محبت کا انتہائی اور اعلیٰ درجہ کا مقام۔

قرآن کریم نے محبت الٰہی کے لئے معرفت الٰہی کو پہلا زینہ قرار دیا ہے اور یہ محبت الٰہی جو عبادات اور اخلاقیات کا فلسفہ اور نتیجہ ہے یہ انسان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ محبت، محبت کو کھینچتی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا اللہ کے رحم و محبت کا مورد نہ ہو۔ اور یہ بدیہی امر ہے کہ محبت کرنے والا اپنے بندے کو دکھ یا عذاب کیسے دے گا مذاہب کا خمیر اسی محبت سے اٹھا تھا۔ اور پھر کامل مذہب اور دین حق کا تو فلسفہ ہی محبت ہے۔ جو بدقسمتی سے بے عملی کے نتیجہ میں داغدار ہوا۔

دور حاضر کے امام و راہنما حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہودؑ نے بانیاں مذاہب کے آنے کی غرض بھی یہی بیان فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب وکشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں ان کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع انسان کی بھلائی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

(چشمہ مسیحی صفحہ ۴۶ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۷۸)

دین حق کی دی ہوئی یہ وہ عظیم الشان محبت ہے جو نجات کا سرچشمہ ہے۔ وہ نجات جس سے بندہ دائمی زندگی حاصل کرتا ہے۔ وہ نجات جو انسان کے لئے اس دنیا میں امن و سکینت کی باران رحمت کا موجب ہے۔ اور وہ نجات جو نفس مطمئنہ کی حیثیت سے حیات آخرت میں ملائکہ اللہ سے سلاماً سلاماً کی نوید پاتی ہے یہی محبت ہے جو دین حق عطا کرتا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نمبر

ماہنامہ انصاراللہ کی خصوصی اشاعت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی سیرت وسوانح اور علمی پہلوؤں پر ماہنامہ انصاراللہ کی ایک خصوصی اشاعت زیر ترتیب ہے۔مضمون نگار حضرات سے مضامین بھجوانے کی درخواست ہے۔مضامین باحوالہ ہوں۔　(ایڈیٹر)

مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب کی وفات

مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب دارالرحمت وسطی ربوہ مورخہ ۲۹ مارچ ۲۰۰۴ء بعمر ۷۰ سال مختصر علالت کے بعد فضل عمر ہسپتال ربوہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مکرم پروفیسر عبدالرشید غنی صاحب انبالہ میں ۱۹۳۵ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد تعلیم الاسلام کالج میں تعلیم پائی۔اور ۱۹۶۱ء میں تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرار کے طور پر تعیناتی ہوئی۔آپ نے تعلیم الاسلام کالج میں ریاضیات میں لمبے عرصہ تک تدریسی فرائض سرانجام دیئے اور سینکڑوں قابل شاگرد تیار کئے۔ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کا تقرر ایڈیشنل وکیل المال تحریک جدید کے طور پر ہوا۔جہاں ۲۰۰۳ء کے اوائل تک کام کرنے کی سعادت پائی۔آپ مجلس خدام الاحمدیہ کی مرکزی عاملہ میں رہے اور مجلس انصاراللہ پاکستان میں ۲۰۰۳ء تک قائد مال رہے اور اب معاون صدر کے طور پر خدمات بجالا رہے تھے۔موصوف نے ممبر بورڈ قضا اور ممبر مجلس افتاء ممبر تدوین فقہ کمیٹی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔آپ کا ایک مقالہ ”اسلام کا وراثتی نظام“ معروف ہے۔آپ کے پسماندگان میں بیگم صاحبہ محترمہ اور دو بیٹے مکرم عبدالحمید غنی صاحب کینیڈا اور عبدالرحمٰن غنی امریکہ اور چھ بیٹیاں ہیں۔

ادارہ ماہنامہ انصاراللہ اپنے انتہائی مخلص اور محنتی شریک کار کی وفات پر مرحوم کے پسماندگان بیگم صاحبہ محترمہ، ان کے بیٹوں اور بیٹیوں اور برادران اور دیگر اعزہ واقارب سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ علیین میں ارفع مقام عطا فرمائے اور جملہ عزیز واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

(ادارہ)

امام الکلام

مذہب سے غرض

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام چشمہ مسیحی میں فرماتے ہیں:۔

''مذہب سے غرض کیا ہے! بس یہی کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کاملہ پر یقینی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پا جاوے اور خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا ہو۔ کیونکہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالم آخرت میں طرح طرح کے پیرایوں میں ظاہر ہوگا۔ اور حقیقی خدا سے بے خبر رہنا اور اس سے دور رہنا اور سچی محبت اس سے نہ رکھنا درحقیقت یہی جہنم ہے جو عالم آخرت میں انواع واقسام کے رنگوں میں ظاہر ہوگا اور اصل مقصود اس راہ میں یہ ہے کہ اس خدا کی ہستی پر پورا یقین حاصل ہو۔ اور پھر پوری محبت ہو۔ اب دیکھنا چاہئے کہ کونسا مذہب اور کونسی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ انجیل تو صاف جواب دیتی ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے اور یقین کرنے کی راہیں مسدود ہیں۔ اور جو کچھ ہوا وہ پہلے ہو چکا اور آگے کچھ نہیں مگر تعجب کہ وہ خدا جو اب تک اس زمانہ میں بھی سنتا ہے وہ اس زمانہ میں بولنے سے کیوں عاجز ہو گیا ہے؟ کیا ہم اس اعتقاد پر تسلی پکڑ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانہ میں وہ بولتا بھی تھا اور سنتا بھی تھا مگر اب وہ صرف سنتا ہے مگر بولتا نہیں۔ ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح جو بڈھا ہو کر بعض قویٰ اس کے بیکار ہو جاتے ہیں۔ امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض قویٰ اس کے بھی بیکار ہو گئے۔ اور نیز ایسا خدا کس کام کا کہ جب تک ٹکٹکی سے باندھ کر اس کو کوٹے نہ لگیں اور اس کے منہ پر نہ تھوکا جائے اور چند روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جائے اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا جائے تب تک وہ اپنے بندوں کے گناہ نہیں بخش سکتا ہم تو ایسے خدا سے سخت بیزار ہیں۔ جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنی حکومت بھی کھو بیٹھی تھی غالب آ گئی۔ ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکہ کے غریب وبیکس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں تمام جہان کو دکھا دیا۔ یہاں تک کہ جب شاہ ایران نے ہمارے نبی ﷺ کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ایک طرف ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور آخیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار کر کے ایک دو گھنٹہ میں جیل خانہ میں ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ اور دوسری طرف وہ مرد ہے کہ صرف رسالت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور خدا اس کے مقابلہ پر بادشاہوں کو ہلاک کرتا ہے۔ یہ مقولہ طالب حق کے لئے نہایت نافع ہے کہ ''یار غالب شو کہ تا غالب شوی'' ہم ایسے مذہب کو کیا کریں جو مردہ مذہب ہے۔ ہم اس کتاب سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مردہ کتاب ہے۔ اور ہمیں ایسا خدا کیا فیض پہنچا سکتا ہے جو مردہ خدا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرّف ہوں اور قریباً ہر روز مشرّف ہوتا ہوں ....'' (چشمہ مسیحی روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۵۲-۳۵۳)

کلام الامام

قرآن کریم کا علم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......فرماتے ہیں:۔

''......قرآن کا علم محض خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔اور یہ قرآن کریم کی بہت بڑی صداقت کا ثبوت ہے کیونکہ جس کتاب کا علم خدا کے فضل سے حاصل ہو، وہی خدا کی کتاب ہو سکتی ہے۔ جسے خدا تعالیٰ اپنے کلام کے حقائق سے واقف ہونے کا مستحق سمجھتا ہے، اس پر علم کے دروازے کھول دیتا ہے۔لیکن جو خدا تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے، اسے یہ کتاب ایسی ہی بدنما لگتی ہے جیسی پنڈت دیانند صاحب کو لگی کہ انہیں اس میں کوئی خوبی نظر ہی نہیں آئی۔

وہ لوگ جو ظاہری علوم کے بڑے بڑے دعوے رکھتے تھے،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں قرآن کریم کے نکات بیان کرنے میں ایسے ہی ہیچ تھے جیسے کمزور دماغ کا انسان ایک اعلیٰ دماغ کے انسان کے مقابلہ میں ہوتا ہے۔ وہ سوائے اس کے کہ یہ کہتے رہے غلط تاویلیں کرتے ہو، قرآن کو بگاڑتے ہو اور کچھ نہ کر سکے۔آج انہی کی ذریتیں اور ان کے ساتھی تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ نے جو حقائق بیان کئے وہ کسی نے بیان نہیں کئے۔

عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل سر سید نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنی شروع کی۔اور قرآنی مطالب کو اس طرح پیش کیا کہ وہ نئی تعلیم کے مطابق معلوم ہوں۔ اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود نے کئی آیات کی ایسی تشریح بیان کی کہ اس وقت یورپ کی تحقیقات اس کے خلاف تھی۔مگر اب حضرت مسیح موعود کی بیان کردہ کئی باتوں کی تصدیق اہل یورپ بھی کرنے لگے ہیں اور کئی ابھی باقی ہیں۔ کیا عجیب بات نہیں کہ ان کی باتیں تو مٹتی جارہی ہیں جنہوں نے زمانہ کے حالات کے مطابق کہی تھیں مگر حضرت مسیح موعود کی فرمودہ باتیں اب مخالف بھی مانتے جارہے ہیں۔

غرض لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ سچے کلام الٰہی کے پرکھنے کا معیار ہے کہ جتنا کوئی باطنی علوم میں ترقی کرے گا، اتنا ہی زیادہ اس کلام کے سمجھنے میں ترقی کرے گا۔جس کتاب کے متعلق یہ بات پائی جائے گی وہی خدا کی طرف سے ہوگی............

...........قرآن کریم کی حقیقت پر واقف ہونے کیلئے ضروری ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا کرے اور تقویٰ وطہارت اختیار کرے۔..........''

(انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۵۳۳۔۵۳۴)

عربی منظوم کلام

O

لَمَّا اَرَى الْفُرْقَانُ مِيْسَمَهُ تَرَدّٰى مَنْ طَغٰى　　مَنْ كَانَ نَابِغَ وَقْتِهٖ جَاءَ الْمَوَاطِنَ اَلْثَغَا

جب قرآن نے اپنی شکل دکھلائی تو ہر یک طاغی نیچے گر گیا۔ جو شخص اپنے وقت کا فصیح اور جلد گو تھا وہ کند زبان ہو کر میدان میں آیا

وَ اِذَا اَرٰى وَجْهًا بِاَنْوَارِ الْجَمَالِ مُصَبَّغَا　　فَدَرَى الْمُعَارِضُ اَنَّهٗ اَلْغَا الْفَصَاحَةَ اَوْ لَغَا

اور جب قرآن نے ایسا چہرہ دکھایا جو انوار جمال سے رنگین تھا تو معارض سمجھ گیا کہ وہ فصاحت بلاغت سے دور ہے اور لغو بک رہا ہے

مَنْ كَانَ ذَا عَيْنِ النُّهٰى فَاِلٰى مَحَاسِنِهٖ صَغٰى　　اِلَّا الَّذِىْ مِنْ جَهْلِهٖ اَبْغَى الضَّلَالَةَ اَوْ بَغٰى

جو شخص عقل مند تھا وہ قرآن کے محاسن کی طرف مائل ہو گیا۔ ہاں وہ باقی رہا جو گمراہی کا مددگار بنا اور ظلم اختیار کیا

عَيْنُ الْمَعَارِفِ كُلِّهَا اٰتَاهُ حِبٌّ مُبْتَغٰى　　لَا يُنْبَئَنَّ بِبَحْرِهِ الذُّخَّارِ كَلْبًا مُوْلَغَا

تمام معارف کا چشمہ خدا تعالیٰ نے قرآن کو دیا۔ اور اس کے بحر زخار سے اس کتے کو خبر نہیں دی جاتی جس کو تھوڑا سا پانی پلایا جاتا ہے

مَا غَادَرَ الْقُرْاٰنُ فِى الْمَيْدَانِ شَابًّا بُزْرَغَا　　قَتَلَ الْعِدَا رُعْبًا وَّ اِنْ بَارَى الْعَدُوُّ مُسَبَّغَا

قرآن نے میدان میں کسی ایسے جوان کو نہ چھوڑا جو جوانی میں بھرا ہوا تھا۔ دشمنوں کو اپنے رعب سے قتل کیا اگرچہ دشمن زرہ پہن کر آیا

قَدْ اَنْكَرُوْا جَهْلًا وَّ مَا بَلَغُوْهُ عِلْمًا مَّبْلَغَا　　حَتّٰى انْثَنَوْا كَالْخَائِبِيْنَ وَاضْرَمُوْا نَارَ الْوَغَا

مخالفوں نے جہل سے انکار کیا اور اس کے مقام بلند تک ان کا علم نہ پہنچ سکا یہاں تک کہ مقابلہ سے نومید ہو گئے اور جنگ کی آگ کو بھڑکایا

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ هُدٰى يَوْمًا فَيَوْمًا فِى الثَّغَا　　مَنْ كَانَ مُنْكِرَ نُوْرِهٖ قَدْ جِئْتُهٗ مُتَفَرِّغَا

اس کی ہدایتیں نور علیٰ نور ہیں۔ اور دن بدن وہ نور زیادتی میں ہے اور جو شخص اس کے نور کا منکر ہے میں اسی کیلئے فارغ ہو کر آیا ہوں

(نور الحق جلد اول روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۶۴)

فارسی منظوم کلام

ما کہ با دیدارِ اُو رُو تافتیم   از رہِ عشق و وفائش یافتیم

ہم لوگ جنہوں نے اس (اللہ تعالیٰ) کے دیدار سے اپنا چہرہ روشن کیا ہے ہم نے تو اسے عشق اور وفا کو راستہ سے پایا ہے

ترک خود کردیم بہرِ آں خدا   از فنائے ما پدید آمد بقا

اس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی تو ہماری اس فنا کے نتیجہ لقا ظاہر ہوگئی

اندریں رہ درد سر بسیار نیست   جاں بخواہد دادنش دشوار نیست

اس راستے میں زیادہ تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی وہ صرف جان مانگتا ہے اور اس کا دینا مشکل نہیں ہے

گر نہ اُو خواندے مرا از فضل و جُود   صد فضولی کردمے بے سود بُود

اگر وہ خدا اپنے فضل و کرم سے مجھے نہ کھینچتا تو خواہ میں کتنی ہی کوششیں کرتا سب بے فائدہ تھیں

از نگاہے ایں گدا را شاہ کرد   قصہ ہائے راہِ ما کوتاہ کرد!

اس نے ایک نظر سے اس فقیر کو بادشاہ بنا دیا اور ہمارے لمبے راستہ کو مختصر کر دیا

ہر کہ در عہدم زِ مَن ماند جُدا   مے کند بر نفسِ خود جور و جفا

جو میرے زمانہ میں مجھ سے جدا رہتا ہے تو وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے

پیکرم شد پیکرِ یارِ ازل   کارِ من شد کارِ دلدارِ ازل

میرا وجود اس یار ازلی کا وجود بن گیا اور میرا کام اس دلدار قدیم کا کام ہوگیا

بسکہ جانم شد نہاں در یارِ من   بُوئے یار آمد ازیں گلزارِ من

چونکہ میری جان میرے یار کے اندر مخفی ہوگئی اس لئے یار کی خوشبو میرے گلزار سے آنے لگی

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۰۰۔۱۰۱)

امن وسلامتی کا پیامبرؐ

جان خود دادن پئے خلقِ خدا در فطرتش　　　جاں نثار خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار

از: ایڈیٹر

ہادیٔ کامل رحمۃ ''للعالمین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا پیغام ''پیغام محبت'' ہے جو خالق حقیقی کی انتہا درجہ کی محبت اور اس کی مخلوق سے انتہاء درجہ کی محبت کے ذرائع کی کامل راہنمائی کرتا ہے اور ایسی حسین راہوں پر چلاتا ہے کہ اس کی مثال دیگر مذاہب میں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کا دیا ہوا دین انسان کو صفات باری تعالیٰ کا حسن وخوبصورتی عطا کرتا ہے اس کے بحر رحمت سے محبت کی لہریں اٹھتی ہیں جو تمام مخلوق پر حاوی ہیں اس کی رحمانیت اور رحیمیت انسانی تصورات سے بڑھ کر ہے۔ اور انسان کے لئے اس محسن اعظمؐ کی تجلیات اس محبت کا کمال ہے جو بندے کو اپنے محسن سے مختلف درجوں پر ہے۔ نتیجتاً توحید خالص کی ہوا محبت کے پھول پھل لاتی ہے۔ تو اس خوبصورت منظر کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہے کہ رحمۃ ''للعالمین کا لایا ہوا دین محبتوں کے منافی نفرتوں کا باعث بن سکتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس درد و محبت جو آپ کو خلق خدا سے تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

جان خود دادن پئے خلق خدا در فطرتش　　　جاں نثار خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار
کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربانِ جہاں　　　نے بجسم خویش میلش نے بنفسِ خویش کار

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۴۔۲۵)

مخلوق خدا کیلئے جان دینا اس کی فطرت ہے وہ شکستہ دلوں کا جاں نثار اور بیکسوں کا ہمدرد وغمگسار ہے۔ وہ کشتۂ قوم خلق پر فدا ہے اور اہل جہاں پر قربان۔ نہ اُسے اپنے تن بدن سے کچھ تعلق تھا اور نہ اپنی جان سے کچھ کام۔

نفرت کے تاثرات کیوں؟: ایک کامل دین کی طرف نفرتوں کے تاثرات کیوں منسوب ہوئے تو اس بارہ میں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر دین حق کے حسین چہرے پر کسی بدنما داغ کی کوئی دھندلاہٹ دکھائی دے تو اس کے بعض عوامل ہیں جو اندرونی ہیں اور بیرونی بھی۔ جنہوں نے اس حسن کو متاثر کیا ہے۔ اندرونی عوامل تو وہ غلط تعبیرات ہیں جو کسی محرومی یا کج فہمی سے سامنے آئیں یا مظلومیت کا حسین انتقام لینے میں کم حوصلگی کا نتیجہ تھا اور جوں جوں دور رسالت مآب ﷺ سے بُعد ہوتا

گیا تو اسوہ کامل کے ارفع واعلیٰ پہلوؤں سے راہنمائی نہ لی گئی۔امت مسلمہ کو تو یہ مقام ملا تھا کہ :

"كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ......"(سورہ آل عمران آیت :111)

تم وہ بہترین قوم ہو تو بنی نوع انسان کی بھلائی اور بہبودی کیلئے قائم کی گئی ہے تا کہ تم اصلاح معاشرہ کی تلقین کرو اور ناپسندیدہ باتوں سے روکو۔

جہاں اس آیت سے امن ومحبت کی خوشبو آتی ہے وہاں اُمَّةً وَسَطًا کہہ کر اعتدال کی راہ کا محفوظ و مامون راستہ اختیار کرنے کی ہدایت بھی فرمائی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ قرآن کریم نے امن وسلامتی کے قیام کی بنیاد عدل وانصاف کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔

اور پھر دین کے خلاف بیرونی عوامل کا تعلق ہے۔تو اس میں بالواسطہ وہ غلط تعبیرات دینیہ محرک بھی بنیں جبکہ قرآن حکیم کی تعلیمات کے مخالفین نے حسد أ نفرت وبغض کے الاؤ جلائے گئے۔تا اشاعت حق کی راہ میں روک بنیں۔قرآن حکیم اس مضمون کو یوں بیان فرماتا ہے۔

"وَدَّ كَثِيْرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقّ ...." (سورۃ البقرہ آیت:111)

یعنی اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ بعد اس کے کہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے اس حسد کی وجہ سے جو ان کی اپنی ہی جانوں سے پیدا ہوا ہے وہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لے آنے کے بعد تمہیں پھر کافر بنا دیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ جب دین حق کی مقبولیت ہوگی اور لوگ دین حق کو اختیار کریں گے تو بعض زمانوں اور علاقوں میں یہ واقعہ ہوگا کہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ اپنے حسد کی وجہ سے یہ کوشش کریں گے کہ تم دین حق کو چھوڑ دو اور باوجود اس کے کہ تم پر نور حق وصداقت ظاہر ہو گیا تم ایمان لانے کے بعد اس کا انکار کردو۔یہاں وہ حسد کی آگ تو اس گروہ کی علوم آسمانی سے جہالت اور محرومی سے بھڑک اٹھی تھی اور یہ سب ان کا اپنا کیا دھرا تھا مگر پیچ وتاب کھا رہے تھے محبت الٰہی ودائمی بقا الٰہی پانے والوں کے خلاف اور جب اس طور پر انہوں نے حق وصداقت کے خلاف اقدامات کئے (ان سے عفو درگزر کا سلوک بھی کیا گیا) مگر انہوں نے کسی عفو ودرگزر سے بھی فائدہ نہ اٹھایا اور جبر واستبداد کی کارروائیوں کو بھی جاری رکھا اور دین حق کو مٹانے کے لئے جسارت کی تو عفو ودرگزر کے باوجود ان کے حسد کی آگ اور بھڑکی اور مومنوں کا وجود معرضِ خطر میں پڑ گیا تو امن وسلامتی کے قیام کیلئے مومنوں کو صرف اپنے دفاع کا حکم ہوا۔یہ اس درد اور غم کی وجہ سے تھا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل میں موجزن تھا۔حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اندر آں وقتے کہ دنیا پُر زِ شرک و کفر بود ہیچ کس راخوں نہ شد دلِ جز دل آں شہر یار

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد5 صفحہ25)

ایسے وقت میں جبکہ دنیا کفر وشرک سے بھر گئی تھی سوائے اس بادشاہ کے اور کسی کا دل ان کیلئے غمگین نہ ہو۔

اہل کتاب نے حسد وبغض کے باعث جو ریشہ دوانیاں کیں اس کے ردعمل میں مومنوں کے اصلاحی اقدامات کو انہوں نے غلط رنگ دیا۔ اور غلط تاثرات کو پیش کیا۔

امن وسلامتی کے قیام کیلئے عملی تدابیر : ''جہاد'' کا لفظ بڑا حسین ہے اور اس کی تشریح وتوضیح میں قرآن کریم نے بڑا حسن دیا ہے۔ جس کا اجمالی ذکر کچھ یوں ہے۔ کہ تمام تر دینی قرآنی تعلیمات کے لئے انسانی زندگی کو جہادِ مسلسل کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات کی اشاعت کے لئے جُہدِ مسلسل دین کی اشاعت وترویج کیلئے اموال کی قربانی، تربیت نفس اور اصلاح معاشرہ کیلئے جہاد اور امن وسلامتی کے درپے فتنہ وفساد روکنے کیلئے دفاع، گویا جہاد ایصال خیر اور دفع شر کے لئے اس جدوجہد کا نام ہے۔ جس سے امن وسلامتی اور محبت ویک جہتی کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن حکیم نے جس جہاد کی تعلیمات دی ہیں وہ بڑا وسیع ہے اس کے نتیجہ میں آسمانی بادشاہت دنیا میں قائم ہوتی ہے دنیا امن وسلامتی اور محبت وآشتی کا گہوارہ بنتی ہے۔ باہمی انسانی اتحاد واتفاق اور یگانگت، یک جہتی اور ملت واحدہ کا قیام عمل میں آتا ہے۔ مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ انسانیت تو کجا، مخلوق خدا سے محبت میں یکسانیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ جہاد ہے جو امن ومحبت کا سرچشمہ ہے۔

○ قومی سلامتی اور دین کے خلاف شرانگیز کارروائیوں کا سدباب بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات نہایت درجہ اعتدال پر مبنی ہیں۔ جبکہ ''فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا'' کہ معاف کرو اور درگزر کرو، کارگر ثابت نہیں ہوتیں اور مخالفینِ حق قومی سلامتی کے درپے ہوتے ہیں تو امن وسلامتی کے قیام کا تقاضا ہے کہ دفاع کیا جائے۔ کیونکہ راستی اور صداقت ہی امن کی نوید بنتی ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے یہ تعلیم دیتے ہوئے دفاع کا حکم دیا اور ان کی حکمتوں کا بھی ذکر کر دیا۔ فرمایا

''اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا. وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ○'' (سورۃ الحج آیت: ۴۰)

ان لوگوں کو اپنی مدافعت کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس آیت میں امن کے قیام کیلئے لڑائی کی اجازت دی گئی ہے اور یہ اجازت اس وجہ سے کہ جنہیں اجازت دی گئی وہ نہ صرف ظلم کی چکی میں پستے رہے بلکہ وہ اس وقت بھی مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور پھر یہ بتایا گیا کہ جب وہ بامرِ مجبوری لڑائی کے لئے میدان میں آئے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر بھی قادر ہے۔ یقیناً کامیابی ان کا مقدر ہوگی اسی آیت سے آگے یہ بتایا گیا کہ (۱) انہیں ان کے وطن سے نکال دیا گیا اور اموال وآسائش کے استفادہ سے روکا گیا (۲) ان کا قصور یہی تھا کہ انہوں نے رَبُّنَا اللّٰہ کہا۔ اس اقرار توحید کو مخالفین نے برداشت نہ کیا۔ پھر اس دفاعی جنگ کی حکمت بیان کرتے

باقی صفحہ ۱۴ پر

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت

تحریر: مولانا سلطان محمود انور صاحب

بہائی لٹریچر، بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کا گواہ ہے لیکن جب اور جہاں کہیں کسی بہائی سے یہ ذکر ہو۔ کہ آپ ایک مدعیٔ اُلوہیت کے متبع اور مرید ہیں۔ تو اس کا فوری ردعمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دفاع میں سارا زور خطابت یا زور قلم یہ ثابت کرنے پر صرف کرتے ہیں کہ بہاء اللہ تو ایک انسان، بندہ اور مخلوق تھا۔ لہٰذا بہاء اللہ پر اُلوہیت کا دعویدار ہونے کا الزام غلط ہے۔ مگر وہ دعویٰ اُلوہیت سے بہاء اللہ کی بریت کا ثبوت ہرگز نہیں دے سکتے۔

جب بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کی بات ہوتی ہے تو یہ مسئلہ اٹھانے والے کسی بھی شخص کے ذہن میں ہرگز یہ تصور نہیں ہوتا کہ اسے بہاء اللہ کی ذات میں پائے جانے والے خدائی اوصاف کا کوئی ثبوت دیا جائے گا۔ بلکہ اصل تقاضا بہائیوں سے یہ کیا جاتا ہے کہ بہاء اللہ ہر طرح کی کمزوری، خامی، بے بسی کا پیکر ہونے کے باوجود دعویٰ اُلوہیت کیوں کرتا رہا؟

بہاء اللہ کی عملی زندگی اول تا آخر ایک سراپا ناکام زندگی ہے۔ بہائی اپنی جان چھڑانے یا اصل حقیقت کو چھپانے کے لئے بہاء اللہ کی بشریت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ بہاء اللہ کی بشریت کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ وہ ساری زندگی ناکامیوں کا شکار رہے، بے بسی کے عالم میں جیل کی کال کوٹھڑیوں سے واسطہ پڑا رہا۔ مگر ایسی حالت میں ان کا یہ اعلان تھا کہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنَا الْمَسْجُوْنُ الْفَرِيْد" یعنی سوائے میرے جو تنہا قیدی ہوں اور کوئی خدا نہیں۔" کیا بہائی حضرات کو بہاء اللہ کے اس اعلان عام کا علم نہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو اِلٰہ کے طور پر پیش کررہے ہیں؟ اور اپنے سوا کسی بھی دیگر اِلٰہ کی برملا نفی کررہے ہیں۔ بہائی حضرات کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کی تردید میں ان کی بشریت ثابت کریں۔ بہاء اللہ کی بشریت اور بے بسی کی ساری زندگی بالکل واضح ہے مگر اس کے باوجود بہاء اللہ نے اپنی اُلوہیت کا نعرہ لگایا اور اپنے سوا ہر دوسرے اِلٰہ کی نفی کی۔ بہاء اللہ کے اُلوہیت کے دعویٰ پر پردہ ڈالنے کے لئے ان کی بشریت کے دلائل دینا فریب دہی کی کوشش ہے۔ ہاں اس امر کا امکان بھی ہوسکتا ہے کہ بعض بہائی حضرات اپنی سادگی، کم علمی یا ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کو کلیتہً نظر انداز کئے ہوئے ہوں۔ ایسے احباب کی بصیرت اور ہدایت کے لئے ذیل میں چند اہم امور کا ذکر مفید ثابت ہوگا۔

(۱) خدا تعالیٰ کی ذات واحد و یگانہ ہے۔ اور دنیا کا کوئی انسان، بت، جاندار یا غیر جاندار چیز خالق حقیقی کا شریک یا ہم پلہ نہیں۔ قرآن کریم کی سورۃ اخلاص کا مضمون ایک دائمی چیلنج اور ایسی صداقت ہے۔ جسے نہ کوئی جھٹلا سکا اور نہ جھٹلا سکے گا۔

(۲) دنیا میں صرف بہاء اللہ ہی نہیں بہت سے ایسے نادان گزرے ہیں۔ جو اپنی "اوقات" میں نہ رہ سکے مثلاً فرعون کا دعویٰ یہی

تھا کہ " أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى "لیکن تاریخ شاہد ہے کہ اس کا حشر کیا ہوا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف سے یہ دھمکی دی گئی کہ "اگر تو نے میرے سوا کسی اور ہستی کو خدا قرار دیا۔تو میں تجھے قید کر دوں گا" گویا فرعون کے نزدیک اس کی خدائی کی دلیل یہ تھی کہ وہ اپنے انکار کرنے والے کو قید میں ڈال سکتا ہے۔لیکن جو الٰہ خود جیل میں پڑا ہو وہ بیچارا اپنی اُلوہیت کے منکر کو کیا سزا دے گا۔؟

(۳) بہائی حضرات کو جب بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کا دفاع کرنا پڑتا ہے تو وہ بعض انبیاء و بزرگان امت کے بعض الہامات یا تحریرات کی آڑ لے کر اپنا بچاؤ ڈھونڈتے ہیں۔مثلاً قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَ مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى اس آیت قرآنیہ سے وہ یہ غلط استدلال کرتے ہیں کہ اس میں بھی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی خدائی کا ثبوت موجود ہے۔کہ دراصل آنحضرت ﷺ نے ریت اور کنکریوں کی مٹھی پھینکی۔مگر خدا تعالیٰ اسے اپنی ذات کا فعل قرار دیتا ہے لیکن یہ استدلال غلط اور بے دلیل ہے۔سوال یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے مٹھی پھینک کر کیا یہ اعلان کیا تھا کہ مٹھی میں نے خدائی مقام پہ فائز ہو کر پھینکی ہرگز نہیں بلکہ خدا فرماتا ہے کہ میں نے پھینکی ہے۔خدا تعالیٰ کا یہ اعلان تو اس کے بندے محمد مصطفیٰ ﷺ کی قربت و مقبولیت کا اظہار ہے اس کی صحیح تعبیر تو یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے تمام دعاوی اور کارناموں میں خدا تعالیٰ کی اعانت، حفاظت اور راہنمائی نصیب ہے۔اور آپ کا کوئی قول و فعل اس کی مرضی کے بغیر نہیں تھا لیکن بہاء اللہ کے دعاوی کی حقیقت بالکل جدا ہے۔

(الف) بہاء اللہ خود کو خدا سمجھتے ہوئے خود اپنے قول و فعل کو خدائی قول و فعل ٹھہراتا ہے۔اور اگر کوئی پوچھے کہ کیا یہ خدا کا کلام یا فعل ہے۔تو بہاء اللہ کا جواب یہ ہوتا ہے کہ میرے سوا اور کون خدا ہے جو یہ کہے یا یہ کرے۔پس دیگر انبیاء یا اولیاء کے کلام کا بہاء اللہ کے دعاوی سے موازنہ نہیں ہو سکتا۔

(ب) بہاء اللہ پر خدا کا کلام اگر اسی طرح نازل ہوتا تھا جس طرح دیگر انبیاء پر تو پھر بہاء اللہ اور ان کے ناسمجھ چیلوں کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کسی بھی نبی یا ولی نے اس کلام کو بنیاد بنا کر کبھی اپنی خدائی کے ڈھول نہیں بجائے۔بہاء اللہ کا سارا کلام صریحاً ایسی نوعیت کا ہے کہ گویا وہ عرش الٰہی پر قبضہ کر کے صرف اور صرف اپنی خدائی کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔اور انہیں اپنی بے بسی۔بے بضاعتی حتیٰ کہ اپنی جیل کی کوٹھڑیوں کا بھی خمار یہی ہے کہ " لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا الْمَسْجُوْنُ الْفَرِيْد" ان کے اس عربی فقرے کے پیچھے الٰہی تصرف بھی کارفرما نظر آتا ہے۔گویا دنیا کو یہ پہلی مرتبہ خبر مل رہی ہے۔کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والے تو لاتعداد ہو گزرے۔لیکن ایک "قیدی خدا" "زنجیروں میں جکڑا ہوا خدا" اور خود اپنے آپ کو بھی آزادی سے ہمکنار نہ کر سکنے والا نرالا "الفرید" خدا دنیا نے پہلی دفعہ مشاہدہ کیا ہے۔

(ج) جس قدر دیگر مقربین الٰہی کے کلام کو بہائی بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ:۔

(۱) مجھ سے دعائیں مانگو (۲) مجھے اپنا قبلہ ٹھہراؤ (۳) مجھ سے ساری مرادیں مانگو (۴) مجھے مافوق البشر تسلیم کرو (۵) میرے ذاتی کلام کو خدا کے سارے کلاموں اور خصوصاً قرآن کریم پر فوقیت دو (۶) میرے ہر حکم کی پابندی کرو۔

(د) بہاء اللہ کے سوا کسی نبی، ولی کے عقید تمندوں نے عبادت میں کسی غیر اللہ کو سامنے رکھنا، سجدہ کرنا اور اس سے مرادیں مانگنا جائز نہیں سمجھا۔ سوائے بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کے پرستاروں وفاداروں کے جو ایک منہ سے بہاء اللہ کی اُلوہیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے منہ سے بہاء اللہ کو قبلہ گردان کر اسے سجدہ کرتے اور مرادیں مانگتے ہیں۔ پس بہائیوں کا عمل ان کے قول کی تغلیط کرتا ہے۔

(ھ) بہاء اللہ نے اپنے کلام میں جن قدرتوں کا مالک اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ وہ ساری خدائی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور بہائی سکالرز اس بارے میں متفق ہیں کہ جب بہاء اللہ اپنی طاقت اور قدرتوں کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں تو کسی انسان کے لئے یہ فرق کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کہ بولنے والا بہاء اللہ ہے یا خدا ہے۔ اس وقت خدا میں اور بہاء اللہ میں کوئی فرق کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

(و) پھر بہائی حضرات بعض انبیاء و مقربین الٰہی کے کشوف و رویاء کو بھی بنیاد بنا کر ان سے غلط استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ معمولی سمجھ کا سلیم الفطرت انسان بھی یہ شعور رکھتا ہے کہ کشوف اور خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اور کشف میں جو کچھ ایک مقرب الٰہی پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اصول یہ ہوتا ہے کہ :-

(۱) کشف یا رؤیا کی تعبیر خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا بتائی گئی ہے۔

(۲) کشف یا رؤیا کی تعبیر خود صاحب رویا یا کشف نے کیا سمجھی یا بیان کی۔

(۳) صاحب کشف شخصیت کے معتقدین و متبعین نے کیا نتیجہ اخذ کیا۔

ان تینوں باتوں کو یکسر نظر انداز کر کے بہائی حضرات کا مقربین الٰہی کے کشوف و رؤیا کا بہاء اللہ کے دعاوی سے موازنہ کرنا ہرگز جائز نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ بہاء اللہ اور ان کے مرید اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ :-

بہاء اللہ کے دعاوی خود ان کے اپنے زعم اور خیالات پر مبنی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا کلام یا الہام نہیں۔

بہاء اللہ کے دعاوی کو بہائی حضرات کسی تاویل یا تعبیر کے بغیر ظاہری الفاظ میں اپنائے ہوئے ہیں۔

بہاء اللہ کے کلام کے ظاہری تقاضے پورے کیے جاتے ہیں۔ اور بہائی اسے اپنی عبادت کا مسجود اور مرکز بنائے بیٹھے ہیں۔ اور اس سے مرادیں مانگتے ہیں اور اسی سے دعائیں کرتے ہیں۔

بہائی حضرات کے لئے یہ چیلنج ہے۔ کہ بہاء اللہ کے دعویٰ اُلوہیت کی حمایت میں وہ جن خدائی مقربین کے کلام، الہام، رویاء و کشوف سے اُلوہیت کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے کہ :-

(الف) صاحب الہام یا کشف نے اپنی اُلوہیت کا دعویٰ کیا ہو۔ (ب) ان کے متبعین نے ایسے الہام یا کشف کی بناء پر

انہیں خدائی طاقتوں والا تسلیم کیا ہو۔(ج) انہیں خدائی کے مقام پر یقین کر کے اپنا مسجود و معبود بنا رکھا ہو۔

اگر ان امور کا جواب اور ثبوت بہائیوں کے پاس ہے تو وہ منظر عام پر آنا چاہیئے اور اگر ایسا نہیں تو پھر انہیں ایسے حربے بہاءاللہ کی تائید کے لئے پیش کر کے سادہ لوح عوام کو غلط روش پر چلانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔　　(جاری)

(بقیہ از صفحہ ۱۰)

ہوئے فرمایا گیا کہ (۳) اگر دفاع کی اجازت نہ دی جاتی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے راہب خانے، گرجے، یہود کی عبادت گاہیں اور مسجدیں تباہ ہو جاتیں۔(۴) اللہ تعالیٰ اس دفاع کے نتیجہ میں ایسا معاشرہ قائم کرتا ہے کہ جس سے اس کی عبادت بجا لائی جائے غریبوں کی خبر گیری کی جائے اور اعلیٰ اخلاق دنیا میں قائم ہوں گے۔

قارئین کرام: ملاحظہ کیجئے کہ قرآن کریم کی مخالفین کے خلاف دفاعی احکامات کے کس قدر عظیم الشان احکامات ہیں۔کہیں تہوّر اور ظلم و تشدّد کا شائبہ تک نہیں بلکہ امن محبت سلامتی خیر خواہی اور یکجہتی اور اتحاد و اتفاق بین الناس قائم کرنا مقصدِ وحید ہے۔اور جو دفاع کی اجازت دی گئی اس میں جارحیت کی نفی کی گئی ہے مذہبی آزادی، غریبوں کی خبر گیری، عبادت کی مقدس جگہوں کی حفاظت اور امن کا قیام ہے۔

O پھر سورۃ البقرہ میں ہی فرمایا:۔

”وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ “O (آیت:۱۹۱)

یعنی ان لوگوں سے جو تم جنگ کر رہے ہو وہ محض اللہ کی خاطر ہے اور کوئی زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت اور اس کے تسلسل میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دینی اور قومی مفاد کیلئے جہاد کرو اپنے نفس کی ملونی اس میں شامل نہ ہو کسی مرحلہ پر بھی زیادتی نہ کرو اگر مخالفین جنگ کی ابتداء کریں تو بامر مجبوری تم اپنا دفاع کرو اگر انہیں ہوش آجائے اور وہ فساد سے رک جائیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔اس لئے مومنوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنا ہاتھ روک لیں۔پس ان آیات میں محض اللہ کی خاطر، ذاتی لالچ اور حرص کو چھوڑ کر صرف محدود پیمانہ میں جنگ کرو اور صرف مدمقابل آنے والوں کے خلاف۔پھر مذہبی فرائض میں روک پیدا نہ ہو اور نہ ہی عبادت گاہیں متاثر ہوں۔اور صرف مذہبی دست اندازی کے روکنے تک دفاع کا عمل۔اب یہ قرآنی تعلیمات کے مذہب میں جبر اور ناروا مداخلت کو روکنے، معاشرتی امن اور قومی بقا کیلئے دفاعی جنگ میں جہاد کا تصور دیا ہے اور اس کے لئے قومی اتحاد اور یکجہتی کو لازم قرار دیا ہے۔اور ان اغراض کیلئے تو ہر قوم اپنی بقا کیلئے حق رکھتی ہے۔　　(جاری)

قصیدہ۔ در مدح حضرت امام آخر زماں مسیح موعودؑ

صدائے امن و سکینت زِ بام و در آمد   مسیح و مہدئ بر حق بایں سفر آمد

صدا زِ مشرق و مغرب بخشک و تر آمد   خوشا کہ مژدہ بہ دیارِ بے خبر آمد

نہاں چو شُد زِ نظرِ مہر انور عرفان   زِ فیض تابش انوار ایں قمر آمد

ہزار سال و صد وسی گذشت چوں ز شمار   برائے عالمیاں مژدۂ ظفر آمد

غلام احمدؐ و احمدؑ مسیح و مہدئ دیں   زِ بہرِ غلبۂ حق بے خطر آمد

حصارِ مِلّتِ احمد وقارِ دینِ ہدیٰ   خوشا کہ آمد و بروقت و زود تر آمد

امامِ وقت و مسیحِ زماں و مصلحِ قوم   برائے امن بہ دنیائے شور و شر آمد

نظامِ مِلّت واحد، چو پارہ پارہ شد   حکم عدل زِ خداوند، معتبر آمد

منّور است زمیں و زماں زِ انوارش   شعاع مہر بہ جنبش بہ بحر و بر آمد

سلیم ذرّہ نا چیز بود انجم شد   بر آستان کسے رفت و مفتخر آمد

سلیمؔ شاہجہانپوری

☆☆☆☆☆

لیکھرام کے متعلق پیشگوئی کا پس منظر

تحریر: شاہد منصور صاحب۔ کراچی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی درباره پنڈت لیکھرام کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پس منظر کو سمجھا جائے۔ اسی پس منظر کی کچھ وضاحت کی گئی ہے۔

آریہ سماج کا تعارف: برصغیر میں مسلمانوں کے طویل دور حکومت کے زوال کے بعد مذہبی وسیاسی تحریکوں نے سر اٹھایا۔ ان میں سے ایک آریہ سماج تحریک بھی تھی۔ آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی تھے۔ ان کے دل میں اپنے مذہب اور سماج کو ترقی دینے کا گہرا جذبہ تھا اور ہندوؤں کی پرانی عظمت کی روایتیں انہیں انگیخت کر رہی تھیں۔ جبکہ یہ لوگ تعلیم توحید سے بھی متاثر تھے اور ہندو سماج کی اصلاح وتطہیر کے لئے کوشاں تھے۔ ۱۸۷۵ء میں بمبئی میں انہوں نے ایک نئی تحریک آریہ سماج کے نام سے قائم کی۔ جس کا نصب العین ترک بت پرستی اور ویدوں کی فراموش شدہ تعلیم کا احیاء تھا۔ سوامی جی یہیں تک رہتے تو ٹھیک تھا مگر انہوں نے اپنے آپ کو مستحکم اور مقبول بنانے کے لئے دوسرے مذاہب کی تکذیب کو ضروری سمجھا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ وید دنیا کی سب سے قدیم مذہبی تعلیم کے حامل ہیں اور ہمیشہ کیلئے کامل شریعت ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے دنیا کو کسی اور تعلیم کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے نئے مغربی افکار وتعلیم کی روشنی میں ویدک عقائد اور تعلیمات کی سائنٹفک توضیح کی کوشش کی اور سب سے بڑا انقلابی قدم یہ اٹھایا کہ ''شدھی'' کے نام پر غیر مذاہب اور غیر ہندو اقوام کے افراد کے لئے ہندو حرم اور ہندو سماج میں داخل ہونے کا وہ دروازہ کھول دیا جو خود ہندوؤں نے بڑی سختی کے ساتھ قدیمی روایات کے ناطہ بند کر رکھا تھا۔ سوامی جی بڑے پر جوش مقرر تھے۔ ان کے بے باک جارحانہ عزائم و اقدامات سے جدید تعلیم یافتہ نوجوان بہت متاثر ہوئے اور جوق در جوق آریہ سماج میں داخل ہوتے چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے بمبئی گجرات مہاراشٹر مالوہ سی پی یو پی راجپوتانہ اور ہندوستان کے دیگر علاقوں میں آریہ سماج کا طوطی بولنے لگا۔ اپنے عقائد اور عزائم پر مبنی ایک کتاب بھی سوامی جی نے لکھی۔ جس میں بڑے جارحانہ انداز میں ویدک دھرم کی تعلیم کے مقابلہ میں دیگر مذاہب کی تغلیط کی گئی یہ ستیہ ارتھ پرکاش تھی اور یہ آریہ سماج کے لئے مقدس کہلاتی تھی۔

۱۸۷۷ء میں سوامی دیانند جی اور آریہ سماج اکٹھے صوبہ پنجاب میں داخل ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نئی تحریک جنگل کی

آگ کی طرح پورے صوبے میں پھیل گئی اور ہر شہر ہر صوبے اور ہر قریئے میں آریہ سماج تنظیمیں قائم ہوگئیں (یاد رہے کہ اس وقت پنجاب برصغیر کے سب سے بڑے صوبوں میں سے ایک تھا جس کی سرحدیں دہلی سے لے کر پشاور بلکہ درہ خیبر تک پھیلی ہوئی تھیں) پنجاب کی یہ آریہ تحریک عیسائی پادریوں کی طرح بڑے دلیرانہ انداز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی اور ان کو شدھ کر کے ہندو بنانے کی کوشش کرنے لگی۔ اور بہت سے بدقسمت اس ریلے میں بہہ بھی گئے۔ دیکھا جائے تو یہ وقت پنجاب کے لئے سکھا شاہی سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔

آریہ سماج عقائد کا رد: سیدنا حضرت مسیح موعود کا یہ ابتدائی زمانہ تھا اور مخاطبہ ومکالمہ الہیہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا مگر اس وقت آپ کا ماموریت کا دعویٰ نہ تھا آپ گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن آپ کا پرنور دل دین حق کی حمیت وغیرت سے لبریز تھا۔ چنانچہ یہی دور تھا کہ آپ ان حملوں کو برداشت نہیں کر سکے اور آپ آریہ سماج کے مقابلہ کیلئے کھڑے ہوگئے۔

حضرت اقدس کا پہلا زبردست معرکہ عقیدہ تناسخ کے ضمن میں دسمبر ۱۸۷۷ء میں خود سوامی دیانند سے ہوا۔ سوامی جی کا کہنا تھا کہ "ارواح انادی اور اتنی ان گنت ہیں کہ ایشور بھی ان کی تعداد نہیں جانتا۔" اخبار وکیل ہندوستان کے ۷ دسمبر ۱۸۷۷ء کے شمارے میں سوامی جی کا یہ عقیدہ سامنے آتے ہی کوئی اور تو آگے نہیں بڑھا مگر حضرت اقدس بیتاب ہوگئے اور اپنے مالک کل اور علیم وخبیر خدا کی توہین برداشت نہ کرتے ہوئے اخبار سفیر ہند میں ایک زبردست سلسلہ مضامین جاری کر دیا جو ۹ فروری تا ۹ مارچ ۱۸۷۷ء تک جاری رہا۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے ان مضامین میں سوامی جی کے دعویٰ کی دھجیاں ہی نہیں اڑائیں بلکہ پوری آریہ سماج کو یہ کہہ کر چیلنج کر دیا کہ "جو صاحب مجملہ توابع دیانند سرسوتی صاحب سوال ہذا کا جواب دے کر ثابت کرے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دوں گا۔" حضرت اقدسؑ کے اس سلسلہ مضامین اور انعامی چیلنج نے پوری آریہ سماج میں تہلکہ برپا کر دیا۔ یہاں تک کہ آریہ سماج لاہور کے سیکرٹری لالہ جیون داس صاحب نے اعلان کر دیا کہ "روحوں کو بے انت ماننا سوامی جی کا ذاتی عقیدہ ہو سکتا ہے۔ آریہ سماج کا نہیں۔" اور بعد میں سوامی دیانند نے بھی تسلیم کیا کہ "روحیں بے انت نہیں ہیں لیکن تناسخ سچا ہے۔" اور اس طرح حضرت اقدسؑ کو اس معرکہ میں فتح مبین نصیب ہوئی۔

اب حضرت اقدسؑ نے ابطال تناسخ کے مسئلے پر اپنے چیلنج کو اخبار ہندو باندھو کے ذریعہ تمام سرکردہ آریہ سماجی لیڈروں تک وسیع کر دیا جن میں خود سوامی دیانند جی کے علاوہ پنڈت کھڑک سنگھ، باوا نارائن سنگھ، منشی جیون داس، منشی کنہیا لال، منشی بختاور سنگھ، منشی شرمپت، بابو سارداپرشاد اور منشی اندرمن شامل تھے۔ مگر ان میں سے کسی کو مردمیدان بن کر سامنے آنے کی جرات نہیں ہوئی اور اگر کوئی آیا بھی تو ادھر ادھر کی ہانک کر کوئے گم نامی اختیار کر گیا۔ حضرت اقدسؑ کے ان بے مثال معرکوں کی

تفصیل حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم قادیان کی کتاب ''حیات احمد'' کے صفحات ۱۳۹۔۱۷۰ اور تاریخ احمدیت۔ جلداول صفحہ ۲۱۷۔۲۳۰ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

سوامی دیانند صاحب اگرچہ حضرت اقدسؑ سے ایک بار معرکہ آرائی کر کے خاموش ہو گئے تھے مگر حضرت اقدسؑ کے بار بار کے چیلنج نے آخرانہیں مجبور کر دیا کہ وہ پھر سامنے آئیں۔ مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ :۔

''سوامی دیانند جی نے اعتراف حقیقت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کو مباحثہ کی دعوت دی جسے حضرت اقدسؑ نے ۱۰جون ۱۸۷۸ء کو بلا تامل منظور فرما لیا اور سوامی جی کو یہ اختیار دیا کہ وہ مباحثہ کے مقام و تاریخ خود ہی متعین کر کے اخبار میں اعلان کر دیں۔ لیکن سوامی دیانند جنہوں نے پہلے از خود دعوت دی تھی خود ہی میدان مباحثہ سے گریز کر گئے۔''

(تاریخ احمدیت جلداول صفحہ ۲۳۰)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ساتھ معرکہ آرائی میں سوامی دیانند سرسوتی کا جو کردار رہا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں کہ :۔

''حضرت مسیح موعودؑ کو ابتدا ہی سے تبلیغ دین کا ایک پر جوش اور بے پناہ جذبہ عطا ہوا تھا۔ آپ غیر مذاہب کے سر برآوردہ رہنماؤں کو...... پیغام پہنچانا اور ان کی ملحدانہ تعلیمات کا پردہ چاک کرنے کو اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ آپ نے ۱۸۷۸ء میں سوامی دیانند جی مہاراج کو روحوں کے ان گنت ہونے کے متعلق چیلنج دے کر خط و کتابت کی جو طرح ڈالی تھی اس کا مقصد وحید بھی یہی تھا کہ وہ ایک جدید ہندو فرقے کے بانی تھے اگر وہ اپنے غلط اور بے بنیاد عقائد سے رجوع کر کے آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تو شاید ہندو جاتی میں (دین حق) کے متعلق ایک عام رو پیدا ہو جاتی۔ لیکن افسوس سوامی جی نے داعی حق کی آواز سن کر چپ سادھ لی۔ اور پوری عمر اپنے غلط بے حقیقت اور خود ساختہ عقائد سے رجوع کر کے آپ کی طرف متوجہ ہو جاتے تو شاید ہندو جاتی میں (دین حق) کے متعلق ایک عام رو پیدا ہو جاتی۔ لیکن افسوس سوامی جی نے داعی حق کی آواز سن کر چپ سادھ لی۔ اور پوری عمر اپنے غلط بے حقیقت اور خود ساختہ عقائد کے پرچار میں بسر کر دی اور اسی بے خبری میں ۳۰ر اکتوبر ۱۸۸۳ء کو اس جہاں سے کوچ کر گئے۔.......... **(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۴۔۴۵)**

<u>براہین احمدیہ کی اشاعت اور نشان نمائی کا وعدہ:</u> حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ۱۸۷۹ء میں (دین حق) کی حمایت میں اس کی حقانیت اور سچائی ثابت کرنے کے لئے ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کا نام آپؑ نے ''براہین احمدیہ،، رکھا۔ یہ کتاب ۱۸۸۰ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جس نے حقیقت میں پورے برصغیر کا مذہبی مزاج ہی بدل ڈالا اور ہر صاحب فہم و ادراک کو تسلیم کر لینے پر مجبور کر دیا کہ یہ بے مثال اور لاجواب کتاب ہے۔

اس عظیم الشان تالیف پر مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں :۔

''ہماری رائے میں یہ کتاب (یعنی براہین احمدیہ۔ ناقل) اس زمانے میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک...... تالیف نہیں ہوئی۔ (اشاعۃ السنہ جلد ہفتم صفحہ ۱۶۹)

ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بھارت مولانا سید ابوالحسن میاں ندوی اپنی کتاب ''قادیانیت'' میں لکھتے ہیں کہ :۔

''ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب (یعنی براہین احمدیہ۔ ناقل) کا پرجوش استقبال کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی...... اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا......'' (قادیانیت صفحہ ۵۹)

مولانا موصوف نے اپنی کتاب میں مزید لکھا کہ :۔

''براہین احمدیہ کی اشاعت نے ملک کے مذہبی حلقہ میں ایک غیر معمولی تموج پیدا کر دیا مسلمانوں نے عام طور پر منصف براہین کا ایک مجدد ذی شان کے طور پر خیر مقدم کیا اور مخالفین............ کے کیمپ میں بھی اس گولہ باری سے ایک ہلچل مچ گئی۔''

اس تصنیف کے ساتھ ہی مبلغ دس ہزار روپیہ کے انعامی چیلنج نے غیر مذاہب کے لیڈروں کو ہلا کر رکھ دیا خواہ وہ اہل ہنود ہوں، آریہ سماجی ہوں، برہمو سماجی ہوں یا عیسائی سب کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ ۱۸۸۵ء میں آپ نے قرآن مجید کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے حق نمائی کا ایک اشتہار دے دیا جس میں حضرت اقدسؑ نے تمام مذاہب وملت کے سرکردہ متلاشیان حقیقت کو دعوت دی کہ اگر وہ سچائی کا آسمانی نشان دیکھنا چاہتے ہوں تو طالب صادق بن کر حضرت اقدسؑ کے پاس قادیان آ کر ایک سال قیام کریں تو اس عرصہ میں آسمانی نشان ضرور دیکھ لیں گے۔ آپؑ نے دوران قیام ان کے ہر طرح جائز اخراجات اٹھانے کی ذمہ داری بھی قبول کی نیز یہ بھی وعدہ کیا کہ :۔

''اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۲۲)

یہ کوئی معمولی پیشکش نہ تھی بلکہ اس دور میں پانچ روپیہ ماہوار پر پورے پورے خاندان پلتے تھے اور خوشحال سمجھے جاتے تھے۔ اس طرح یہ دوسو روپیہ کی رقم موجودہ دور کے حساب سے ہزاروں روپیہ کے مساوی تھی۔ اور اسی سے حضرت اقدسؑ کے وسعت قلب اور فراخ حوصلہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جبکہ حق نمائی کا نشان دیکھنے کے لئے آنے والوں کی تعداد پر بھی کوئی پابندی نہ تھی۔

یہ بات بے حد عجیب ہے کہ براہین احمدیہ کے انعامی چیلنج کی طرح اس اشتہار کے چیلنج کو بھی قبول کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہوئی۔ ایک منشی اندرمن مرادآبادی آگے بڑھے جو سوامی دیانند کے دست راست تھے۔ اور وہ بھی راجہ صاحب ریاست نابھہ کے اکسانے اور ہمت دلانے پر۔ لیکن جیسے ہی حضرت اقدس منشی صاحب کے مطالبے اور فرمائش پر پورے سال کی رقم مبلغ دو ہزار چار سو روپیہ بطور ضمانت لاہور بھجوانے کے لئے تیار ہوئے۔ منشی جی کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انہوں نے خاموشی سے راہ فرار اختیار کر لی۔

پنڈت لیکھرام کی شوخیوں کا آغاز اور حضرت اقدسؑ کا ابتدائی ردعمل : یہ وہ وقت ہے جب اس منظر نامے میں پنڈت لیکھرام داخل ہوتا ہے۔ وہ ذات کا برہمن تھا اور پشاور پولیس میں بطور کانسٹیبل کام کر چکا تھا۔ چونکہ طبیعت میں مذہبی عنصر زیادہ تھا۔ اس لئے ملازمت سے مستعفی ہو کر آریہ سماج میں شامل ہو گیا۔ چونکہ اس کی طینت میں ہزل طنز، تمسخر تضحیک استہزاء اور پھکڑ پن زیادہ تھا جو پولیس کی ملازمت کی وجہ سے دوآتشہ ہو گیا تھا۔ جسے وہ بڑی فراخ دلی سے غیر مذاہب والوں خصوصاً مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتا تھا۔ اس لئے آریہ سماج میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور جلد ہی اسے آریہ سماج پشاور کا صدر بنا دیا گیا۔ جب اس نے اشتہاروں اور اخباروں میں حضرت اقدس کی جانب سے متلاشیان صداقت کے لئے دو سو روپیہ ماہوار کی پیش کش کا حال پڑھا تو اپنی کمزور مالی حالت کے پیش نظر اس کے منہ میں پانی بھر آیا حالانکہ وہ اس حیثیت کا آدمی نہیں تھا۔ اس نے فوراً حضرت اقدسؑ کو خط لکھ کر قادیان آنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ساتھ ہی دو سو روپیہ ماہوار کا مطالبہ بھی کر دیا۔ حضرت اقدسؑ ایسے لوگوں کی رگ رگ سے واقف تھے اور اس کی حیثیت پہچانتے تھے۔ آپ نے اسے جواب دیا کہ :

''ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے۔''

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۱)

حضرت اقدسؑ نے اگرچہ بڑی شرافت اور دردمندی سے اسے سمجھایا اور اس کی حیثیت بھی اس پر واضح کر دی مگر وہ کیسے سمجھتا۔ آپؑ کے جواب سے اس کا حوصلہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس نے خط و کتابت برابر جاری رکھی اور اپنا اصرار بھی۔ آخر حضرت اقدسؑ کو اسے لکھنا پڑا کہ وہ :۔

''آریہ سماج قادیان لاہور، پشاور، امرتسر، اور لدھیانہ کے ممبروں کی حلفی تصدیق سے ایک اقرارنامہ پیش کر دے کہ وہ اس کو اپنا مقتداء اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔'' (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۰۸)

لیکھرام کے لئے یہ اقرارنامہ حاصل کرنا ٹیڑھی کھیر تھا۔ ظاہر ہے وہ یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکا مگر اس نے ہمت نہیں ہاری۔ وہ براہ راست قادیان پہنچ گیا اور حضرت اقدسؑ کے بجائے آپؑ کے شدید مخالفوں کے پاس فروکش ہو کر اس نے دوبارہ اپنے

مطالبہ پرزور دینا شروع کردیا۔ آخر حضرت اقدسؑ نے اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ:۔

''اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کرکے ایک سال تک ٹھہرو۔ اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو۔ تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت منظور نہیں کیا۔'' (سرمہ چشم آریہ۔ جلد دوم صفحہ ۲۵۹)

پنڈت لیکھرام کو نہ ایک سال ٹھہرنے سے دلچسپی تھی نہ چالیس دن ٹھہرنے سے نہ ہی حق نمائی کا نشان دیکھنا اس کا مقصود تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ آپ کے مخالفوں کے پاس کیوں ٹھہرتا۔ وہ تو دراصل دو سو روپیہ ماہوار حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنا مطالبہ جاری رکھا اور ساتھ ہی نشان دیکھنے کے بجائے بحث کی دعوت بھی دیتا رہا۔ آخر جب اس کے اصرار اور شوخی نے شدت اختیار کرلی تو حضرت اقدسؑ نے اس کی حقیقی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ایک صورت نکالی اور اس سے مطالبہ کیا کہ:۔

''مجھ سے ۲۴۰۰ روپیہ نقد کسی دکان یا بینک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو پھر یوں کریں کہ ایک طرف یہ خاکسار ۲۴۰۰ سو روپیہ حسب نشان دہی آپ کے کسی جگہ جمع کرادے اور ایک طرف آپ بھی اسی قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار...... کسی مہاجن کی دکان پر رکھوادیں۔ تا جس کو خدا فتح بخشے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔''

(کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۱۱)

حضرت اقدسؑ کے اس منصفانہ مطالبے نے لیکھرام کی ہوا نکال دی۔ اگرچہ اس نے بہت شوخی شرارت اور ہزل سے کام لیا مگر مجبور ہوکر دو سو روپیہ ماہوار کے مطالبے سے محض تیس روپیہ ماہوار کے مطالبے تک آ گیا۔ حضرت اقدسؑ نے بحث کے واسطے اس کے سامنے یہ طریق پیش کیا کہ:۔

''وہ وید کی پابندی سے اور اس کی شرتیوں کے حوالے سے بحث کرے اور ہم قرآن شریف کی پابندی سے اور اس کی آیتوں کے حوالے سے بحث کریں۔'' (استفتاء صفحہ ۸)

مگر بحث و تمحیص کرنا لیکھرام کا مقصد نہیں تھا بلکہ شور مچانا اس کا مقصد تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اپنے رسالے استفتاء میں لیکھرام کے پانچ خط درج کئے ہیں مگر ہر خط میں اس نے کسی بات کا سنجیدگی سے جواب دینے کے بجائے محض بحث کا شور مچایا ہے۔ ان خطوط کو پڑھ کر صاف اندازہ ہوجاتا ہے کہ مذہبی معاملہ میں سنجیدگی اختیار کرنے کے بجائے سارا وقت اس نے طنز و تضحیک اور پھکڑپن میں گزارا ہے اور خود بحث سے گریز کرتے ہوئے سارا وقت خود حضرت اقدسؑ پر الزام لگاتے گزارا ہے کہ آپ بحث نہیں کرتے۔ حضرت اقدسؑ بڑی دلسوزی سے اسے بار بار سمجھاتے مگر اس کی مٹی میں اثر پذیری تھی ہی نہیں۔

لیکھرام کا رب العرش خیر الماکرین سے نشان طلب کرنا:۔ قادیان سے رخصت ہونے سے قبل اس نے

حضرت اقدسؑ کو اپنا آخری خط بھیجا جس میں اپنا وہی پرانا بحث نہ کرنے کا الزام دہراتے ہوئے بڑی شرارت اور شوخ چشمی سے لکھا:۔

اچھا۔ آسمانی نشان تو دکھاویں۔ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو" (استفتاء صفحہ ۷)

پنڈت لیکھرام عربی زبان سے نابلد تھا۔ اسی وجہ سے وہ اس زبان کی خوبیوں کو بھی نہیں سمجھتا تھا۔ حضرت اقدسؑ نے اس کی اس کمزوری کی طرف استفتاء کے صفحہ ۶ کے حاشیہ میں اشارہ بھی کیا ہے۔ بہر حال اس نے مکر کے لفظ کو اس کے اردو معنی پر محمول کیا اور اپنی دانست میں "رب العرش خیر الماکرین" لکھ کر طنز و شوخی کا بڑا زبردست شاہکار پیش کیا۔ حضرت اقدسؑ نے بڑی نرمی اور محبت سے اسے سمجھایا کہ:۔

"آپ یقیناً سمجھیں کہ ہمیں نہ بحث سے انکار ہے اور نہ نشان دکھانے سے۔ مگر آپ سیدھی نیت سے طلب حق نہیں کرتے۔ بیجا شرائط زیادہ کر دیتے ہیں۔ آپ کی زبان بدزبانی سے نہیں رکتی۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں۔ یہ کس قدر ہنسی ٹھٹھے کے کلمے ہیں۔ گویا آپ اس خدا پر ایمان نہیں لاتے جو بے باکوں کو تنبیہہ کر سکتا ہے۔ باقی رہا یہ اشارہ کہ خدا عرش پر ہے اور مکر کرتا ہے یہ خود آپ کی نا سمجھی ہے۔ مکر لطیف اور مخفی تدبیر کو کہتے ہیں۔ جس کا اطلاق خدا پر ناجائز نہیں۔ اور عرش کا کلمہ خدا تعالیٰ کی عظمت کے لئے آتا ہے کیونکہ وہ سب اونچوں سے اونچا جلال رکھتا ہے...... آپ کو مکر کے معنے بھی معلوم نہیں۔ مکر کے مفہوم میں کوئی ایسا ناجائز امر نہیں ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ شریروں کو سزا دینے کے لئے خدا کے جو باریک اور اور مخفی کام ہیں۔ ان کا نام مکر ہے۔ لغت دیکھو پھر اعتراض کرو۔" (استفتاء صفحہ ۸۔۹)

انسان یہ نہیں جانتا کہ خود اس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ خود اس کے اپنے حق میں بلا بھی بن سکتے ہیں۔ چنانچہ خود لیکھرام کے ساتھ بھی یہی ہوا اور بڑی شوخی و شرارت سے ادا کئے گئے الفاظ "رب العرش خیر الماکرین" اس کے لئے عذاب بن گئے۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ استفتاء میں لکھتے ہیں:۔

"لیکھرام نے نشان مانگنے کے وقت خدا تعالیٰ کا نام خیر الماکرین رکھا۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں ماکر کا لفظ اس صورت میں بولا جاتا ہے۔ جب وہ باریک اسباب سے مجرم کو ہلاک یا ذلیل کرتا ہے۔ پس لیکھرام کے منہ سے خود وہ الفاظ نکل گئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنی موت کا نشان مانگتا تھا۔ یعنی ایسا نشان جس کے اسباب بہت باریک ہوتے۔ سو خدا کی قدرت ہے کہ اسی طرح اس کی موت ہوئی اور ایسے قاتل کے ہاتھ سے مارا گیا جس کی کارروائی ہر ایک کو نہایت تعجب میں ڈالتی ہے۔...... (استفتاء۔ حاشیہ صفحہ ۷۔۸)

نشان نمائی کے لئے معاہدہ: حضرت اقدسؑ کی یہ تشریح مزید کسی وضاحت کی محتاج نہیں۔ بہر حال بہت بحث وتکرار کے بعد حضرت اقدسؑ اور پنڈت لیکھرام کے درمیان آسمانی نشان کے دیکھنے کے لئے ایک معاہدہ طے پا گیا۔

حضرت اقدسؑ رسالہ استفتاء میں اس معاہدہ کی تفصیلات دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''پھر بعد اس کے اس طول طویل معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیشگوئی لیکھرام کو بتلائی جائے اور وہ سچی نہ ہو تو وہ ہندو مذہب کی سچائی کی دلیل ہوگی اور فریق پیشگوئی کرنے والے پر لازم ہوگا کہ آریہ مذہب کو اختیار کرے یا تین سو ساٹھ روپیہ لیکھرام کو دیدے۔ جو پہلے سے شرمپت ساکن قادیان کی دکان پر جمع کرا دینا ہوگا۔ اور اگر پیشگوئی کرنے والا سچا نکلے تو...... سچائی کی یہ دلیل ہوگی اور پنڈت لیکھرام پر واجب ہوگا کہ (دین حق) قبول کرے۔'' (استفتاء صفحہ ۹)

لیکھرام کا اپنا انجام خود طلب کرنا: اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم سے کچھ بعید نہیں تھا کہ لیکھرام اگر اپنی شوخی وشرارت اور گستاخی وبدزبانی سے گریز کرتا اور سنجیدگی سے مذہب اسلام کی حقیقت وحقانیت پر غور کرتا تو شاید اس کا یہ انجام نہ ہوتا جو بالآخر ہو کر رہا۔ اس نے خود ہی اس مقابلہ کو مقابلے تک محدود رہنے نہیں دیا بلکہ مقابلے کے مباہلہ بنا ڈالا۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب میں ''خاتمہ اور مباہلہ'' کے عنوان کے تحت درج ذیل دعائے مباہلہ لکھ کر گویا خود اپنے منہ سے خدائے جبار وقہار سے اپنا انجام طلب کر لیا۔ لیکھرام لکھتا ہے اور کتنے کھلے لفظوں میں لکھتا ہے کہ:۔

''اے پرمیشور۔ ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر...... کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور عزت نہیں پا سکتا۔''

پنڈت لیکھرام نے نہ صرف دعائے مباہلہ لکھی بلکہ واقعی اسے مباہلہ سمجھا بھی جس کے نتیجہ میں اس کا دل سخت سے سخت تر ہوتا چلا گیا اور ساتھ ہی اس کی شوخی شرارت میں بے پناہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی گستاخی اور اس کے برگزیدہ رسولوں خاص طور پر صادقوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گندی زبان استعمال کرنا اور قرآن کریم کی مقدس آیات کی ہتک کرنا اور اسے اپنا مستقل شیوہ بنا لیا جیسا کہ اس کے مضامین اور تحریرات کے مجموعے کلیات آریہ مسافر میں صاف دیکھا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جو اپنے گنہگار بندوں کے حق میں رحیم وکریم اور جباری وقہاری کی صفات رکھنے کے باوجود انہیں سزا دینے کے معاملہ میں دھیما ہے۔ لیکھرام کی ان گستاخیٔ وتمرد سے بھری ہوئی نازیبا حرکتوں کو ایک زمانہ تک دیکھتا رہا۔ جب وقت دیئے جانے کے باوجود وہ باز نہیں آیا تو مشیت الٰہی جوش میں آئی اور اس نے اپنے الہام کے ذریعہ اپنے مقرب مسیح موعود اور مہدی آخرالزماںؑ کو اس کے انجام سے آگاہ کر دیا اور بلاشبہ یہ دردناک انجام تھا جس کے مطابق آخرکار ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو شہر لاہور میں پنڈت لیکھرام کی زندگی کا عبرت ناک خاتمہ ہو گیا اور وہ حضرت اقدسؑ کی حفاظت اور صداقت کا گواہ ٹھہرا۔ (جاری)

برکات حضرت امام مہدیؑ

رواں پھر کاروانِ نوع انسان ہوتا جاتا ہے
جنونِ شوق ہر دل میں فراواں ہوتا جاتا ہے

نگاہ حضرت مہدیؑ سے بادل چھٹتے جاتے ہیں
ستارہ قسمت عالم کا تاباں ہوتا جاتا ہے

خوشا منادِ احمد جو گئے دشت و بیاں میں
انہیں تپتا ہوا صحرا گلستاں ہوتا جاتا ہے

کھڑے دانتوں تلے انگلی دبا کر چارہ گر سارے
ہمارا درد اُٹھ کر آپ درماں ہوتا جاتا ہے

ہزاروں اسود و احمر گرے آغوش احمدؑ میں
محیطِ کل جہاں مہدیؑ کا داماں ہوتا جاتا ہے

اگر ہے دم بخود قاتل تو حیراں ہیں خرد والے
کہ میری مرگ سے ہستی کا ساماں ہوتا جاتا ہے

تفنگ و تیر اس کے دیکھ کر میں کب ہوا ترساں!
مری بے دست و پائی سے وہ لرزاں ہوتا جاتا ہے!

جبیں کو پھر سکھائے جا رہے آداب سجدے کے
کہ پھر کیفِ دل مومن فرواں ہوتا جاتا ہے

عمل تجدید کا جاری ہے تہذیب و تمدن پر
کہ استقبال کا تارہ فروزاں ہوتا جاتا ہے
سبھی تثلیث کے ہیں کاخ و ایواں ڈوبتے جاتے
بپا توحید کے دریا میں طوفاں ہوتا جاتا ہے
ہوئی جاتی ہیں روشن ہر کجا اب دیپ مالائیں
کہ پورب اور پچھم میں چراغاں ہوتا جاتا ہے
نہیں ہے اَہرمن کو بھاگنے کی اب جگہ ملتی
کہ ہر جا نُورِ یَزداں جلوہ افشاں ہوتا جاتا ہے
''زَھُوْقًا'' آج پھر باطل ہوا ہے حق کے جلووں سے
کہ دیوِ شرک میداں سے گریزاں ہوتا جاتا ہے
جبیں حضرت مہدی ؑ کا حسن و نور کیا کہنا!
کہ شرمندہ سا از خود ماہِ تاباں ہوتا جاتا ہے
زمیں ہے جھوم اٹھتی جب بھی اٹھتی ہے صدا میری
فلک سُن سُن کے میرے نغمے وجداں ہوتا جاتا ہے
کتابِ حق پڑھائی جا رہی ہر گورے کالے کو
جہانِ نو ''مسیحا'' کا دبستاں ہوتا جاتا ہے
دل اقوام عالم موہ لیا احمدؑ کی نظروں نے
کہ جگ ''گوپال'' کے گیتوں پہ رقصاں ہوتا جاتا ہے
کھٹکتا ہے دلِ اسلام میں کانٹا محبت کا
یہی ہے علت غائی گل افشاں ہوتا جاتا ہے

عبدالسلام اسلام

بیکاری۔ ایک عظیم جرم!

از: سعید احمد رشید صاحب

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین صلاحیتیں اور استعدادیں دی ہیں تاکہ وہ ان سے اپنی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کو کما حقہ پورا کرے اور ترقی کی منازل طے کر سکے۔ کیونکہ ترقیات انہی کوششوں سے وابستہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" (سورۃ البلد آیت: ۵)

''ہم نے یقیناً انسان کو رہین محنت بنایا ہے۔''

''لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی''۔ (سورۃ النجم آیت: ۴۰)

یعنی انسان کو صرف وہ کچھ ملے گا جتنی وہ کوشش و محنت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں سے کام نہ لینا اور بے کار بیٹھنا قومی جرم ہے جو اجتماعیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

انسان کو رہین محنت بنایا گیا ہے اور خصوصاً مرد جن پر گھریلو اور خاندانی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ محنت اس کا خاصا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... فرماتے ہیں۔

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیب نسواں
مَرد وہ ہے جو جفاکش ہو، گُل اندام نہ ہو

محنت میں برکت وعظمت: اپنے ہاتھ کی کمائی سے بڑھ کر بابرکت و بہتر رزق کوئی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حضرت مقدادؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں۔............................"

(بخاری کتاب البیوع کسب الرجل و عمله بیده)

- محنت و مزدوری اور اپنے ہاتھ کی کمائی سنت انبیاء بھی ہے۔ جیسا کہ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کر کے اور بکریاں چرا کر محنت و مزدوری سے روزی کمائی۔ اور کسی پر بوجھ نہیں بنے۔

(بخاری کتاب لاجارات باب رعی الغنم)

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو نہایت معزز قرار دیا ہے جو محنت کر کے کمائی کرتا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام

بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے جو شخص رسّی لے کر جنگل میں جاتا ہے اور وہاں سے لکڑیاں اپنی پیٹھ پر اٹھا کر بازار میں آتا ہے اور اسے بیچ کر اپنا گزارہ چلاتا ہے اور اپنی عزت و خودداری پر حرف نہیں آنے دیتا وہ بہت ہی معزز ہے۔ اور یہ عمل لوگوں سے بھیک مانگنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔..........'' (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

بیکاری ایک عیب اور جرم ہے کسی کام کو عار نہیں سمجھنا چاہئے جو بھی کام میسر آ جائے ہمت اور توکل کرتے ہوئے کام کی ابتداء کر دینی چاہئے اور محنت و مشقت کا اپنے آپ کو عادی بنانا چاہئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......فرماتے ہیں۔

''دوسری چیز جس کی طرف میں اس وقت توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ محنت کی عادت ہے میں دیکھتا ہوں کہ ہماری جماعت کے بہت سے نوجوانوں میں محنت کی عادت نہیں پائی جاتی.......... یہ ایک خطرناک نقص ہے جو ان میں پایا جاتا ہے پس...... جماعت کو خصوصاً خدام الاحمدیہ کو میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ انصاراللہ سے مل کر ایسی کوشش کریں کہ ہر احمدی اپنے اوقات کو صحیح طور پر صرف کرنے کی عادت اپنے اندر پیدا کرے۔'' (تقریر جلسہ سالانہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۴۶ء الفضل ۱۶؍جنوری ۱۹۴۷ء)

''میں نے اپنی جماعت میں خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کو اسی غرض کے لئے قائم کیا ہے کہ وہ محنت کریں اور مشقت طلب کاموں کی اپنے اندر عادت پیدا کریں جب تک انسان اپنے اوقات کو ضائع ہونے سے نہیں بچاتا اسے خدا نہیں مل سکتا۔ خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کے قیام کا اصل مقصد یہ ہے کہ جماعت میں مشقت طلب کاموں کی عادت پیدا ہو اور ہر فرد کسی نہ کسی کام میں مشغول رہے۔'' (الفضل ۱۶؍مارچ ۱۹۴۶ء)

محنت کی کمائی فرض ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی کمائی کو فرض قرار دیا ہے'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض کی طرح محنت کی کمائی بھی فرض ہے۔'' (مشکوٰۃ باب کسب و طلب الحلال)

اسی طرح آپؐ نے فرمایا

''پاکیزہ خوراک وہ ہے جو تم خود کما کر کھاؤ اور تمہاری اولاد بھی تمہاری عمدہ کمائی میں شامل ہے'' (ترمذی ابواب الاحکام)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..........فرماتے ہیں۔

''بیسیوں لڑکے ایسے ہیں جو بیکار ہیں...... مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جس لڑکے کے والدین کی یہ حالت ہے وہ بیکار کیوں بیٹھا ہے...... ایسے لڑکے امداد کے مستحق نہیں...... اگر یہ لوگ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے تو کیوں پھیری کا کام نہیں کر لیتے۔.......... اگر کسی سے پوچھا جائے کہ آپ کا لڑکا کیوں بے کار ہے تو کہتے ہیں فلاں قسم کا کام ملتا ہے لیکن اس کی مرضی ہے کہ مجھے اس قسم کا کام ملے تو میں کروں اس لئے بے کار ہے۔...... ایسے لڑکوں کی عقلوں کو درست کرنا چاہئے اور انہیں بتانا

چاہئے کہ بیکاری ایک ایسی چیز ہے جو جماعتی لحاظ سے اور شخصی لحاظ سے دونوں طرح سخت مضر ہے۔......وہ جماعت پر بار بن رہے ہیں وہ اپنے رشتہ داروں پر بار بن رہے ہیں وہ اپنے گھروں پر بار بنے ہوئے ہیں۔'' (مشعل راہ جلد اول صفحہ ۴۴۳)

پھر فرمایا۔

''ہمارے ملک میں یہ ایک بہت بڑا عیب ہے کہ بھوکا رہنا پسند کریں گے مگر کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے یہ ایک بہت بڑا نقص ہے جس کی اصلاح ہونی چاہئے اور یہ اصلاح اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ مانگ کر نہیں کھائے گا۔ بلکہ کما کر کھائے گا۔ اگر کوئی شخص کام کو عیب سمجھتا اور پھر بھوکا رہتا ہے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ لیکن اگر ایک شخص کام کے لئے تیار ہو۔ لیکن بوجہ کام نہ ملنے کے وہ بھوکا رہتا ہو تو یہ جماعت اور قوم پر ایک خطرناک الزام اور اس کی بہت بڑی ہتک اور ہتکی ہے۔ پس کام مہیا کرنا جماعتوں کے ذمہ ہے لیکن جو لوگ کام نہ کریں اور سستی کر کے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالیں ان کی ذمہ داری جماعت پر نہیں بلکہ ان کے اپنے نفسوں پر ہے......ابھی ایک اچھا خاصہ طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جنہیں جب کوئی کام دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کام کے کرنے میں ہماری ہتک ہے حالانکہ ہتک کام کرنے میں نہیں بلکہ نکما بیٹھ کر کھانے میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ لوگوں سے مانگ کر کھانا ایک لعنت ہے۔'' (مشعل راہ جلد اول ص ۸۸۔۸۷)

داخلہ جامعہ احمدیہ

اس سال میٹرک کا امتحان دینے والے ایسے طلباء (واقفین نو بھی) جو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے خواہشمند ہیں وہ نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ داخلہ کیلئے ابھی سے اپنی درخواست والد/سرپرست کی تصدیق کے ساتھ اور مقامی جماعت کے امیر/صدر صاحب کی وساطت سے وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال کریں تا کہ داخلہ کیلئے انٹرویو سے پہلے ضروری دفتری کارروائی مکمل کی جاسکے۔ درخواست میں نام، ولدیت، تاریخ پیدائش، مکمل پتہ اور واقفین نو حوالہ وقف نو بھی درج کریں۔ میٹرک کا نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد اپنے نتیجہ (حاصل کردہ نمبر/گریڈ) کی اطلاع دیں۔ داخلہ کیلئے انٹرویو میٹرک کے نتیجہ کے بعد اگست میں ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان کر دیا جائے گا۔ امیدوار کا میٹرک میں کم از کم B گریڈ ہونا ضروری ہے۔ میٹرک پاس امیدوار کے لئے عمر کی حد ۱۷ سال اور ایف اے/ایف ایس سی کیلئے عمر کی حد ۱۹ سال ہے۔

قرآن کریم ناظرہ صحت کے ساتھ پڑھنا سیکھیں۔ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں۔ دینی معلومات اور معلومات عامہ کو بہتر بنائیں۔ جماعتی کتب خصوصاً سیرت النبیؐ، سیرت حضرت مسیح موعودؑ مختصر تاریخ احمدیت، کامیابی کی راہیں دینی معلومات شائع کردہ خدام الاحمدیہ نیز روزنامہ الفضل اور جماعتی رسالہ جات کا مطالعہ کرتے رہیں اور خدام الاحمدیہ کی مرکزی تربیتی کلاس ربوہ میں شامل ہوں۔ (وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

نتیجہ امتحان سہ ماہی چہارم ۲۰۰۳ء مجلس انصاراللہ پاکستان

(قیادت تعلیم)

سہ ماہی چہارم کے امتحان میں ۳۱۹ مجالس انصاراللہ کے ۶۰۸۰۔ انصار نے شرکت کی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ امتحان میں نمایاں پوزیشن اور خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار کے اسماء درج ذیل ہے۔

اول: مکرم مبارک احمد خان۔ دارالنصر شرقی ربوہ

دوم: ۱۔مکرم ملک مبارک احمد اعوان ڈیرہ اسماعیل خان ۲۔مکرم عبدالمنان شاہکوٹی۔ نارتھ کراچی

سوم: ۱۔مکرم منصور احمد لکھنوی۔ گلشن اقبال کراچی ۲۔مکرم یعقوب احمد بٹ۔ ڈرگ کالونی کراچی

خصوصی گریڈ حاصل کرنے والے انصار

ربوہ مکرم عبدالرشید طاہر ناصر آباد شرقی، مکرم ماسٹر بشارت احمد دارالعلوم وسطی۔ مکرم عبدالسمیع خان دارالرحمت شرقی الف، مکرم شاہ محمد حامد گوندل طاہر آباد جنوبی، مکرم حبیب اللہ شاد دارالنصر شرقی، مکرم محمد رفیق دارالبرکات، مکرم عبدالرشید منگلا دارالرحمت شرقی الف، مکرم محمد اکرم خان باب الابواب، مکرم رفیق احمد ثاقب دارالعلوم غربی۔

فیصل آباد مکرم محمد اصغر عتیق دارالحمد، مکرم سید محمد یحییٰ دارالحمد، مکرم نعیم احمد طاہر دارالذکر، مکرم مظفر حسین دارالحمد، مکرم میاں عبدالحفیظ ۱۰۸۔ج۔ب تلونڈی، مکرم ڈاکٹر بشیر حسین تنویر دارالحمد۔ مکرم امتیاز حسین شاہد دارالذکر، مکرم چوہدری احمد دین دارالذکر، مکرم محمد اشرف کاہلوں دارالذکر، مکرم مرزا منظور احمد بیگ دارالحمد۔

لاہور مکرم مجید الرحمٰن فیصل ٹاؤن، مکرم محمد سلیم اختر سلطان پورہ، مکرم محمد ظفر اقبال ہاشمی وحدت کالونی، لیفٹیننٹ کرنل (ر) نعیم احمد صدیقی نشاط کالونی، مکرم محمد ذکریا داؤد ڈیفنس لاہور، مکرم چوہدری محمد سعید اشرف مغلپورہ شمالی مکرم صوبیدار (ر) منیر احمد غازی آباد مغلپورہ، مکرم محمد اسحٰق چوہدری بیت الاحد، مکرم الیاس احمد جوہر ٹاؤن، مکرم محمد اکرم اطہر نشاط کالونی، مکرم نصیر احمد قریشی غازی آباد مغلپورہ، مکرم منیر الدین سیال وحدت کالونی، مکرم عبدالکریم خالد بیت التوحید، مکرم میجر محمد افضل خاں بیت النور ماڈل ٹاؤن، مکرم محمد زاہد بیت الاحد، مکرم عبدالعزیز منگلا بیت الاحد، مکرم کیپٹن (ر) ملک مبارک احمد ٹاؤن شپ، مکرم چوہدری نثار احمد ڈیفنس لاہور، مکرم اعجاز احمد محمود سنت نگر۔

راولپنڈی: مکرم میجر (ر) راشد پرویز پشاور روڈ غربی، مکرم کیپٹن علم دین مشتاق پشاور روڈ شرقی

اسلام آباد مکرم عبدالمنان فیاض اسلام آباد شرقی، مکرم چوہدری مبارک علی حسنات اسلام آباد شرقی، مکرم رفیق احمد سعید حلقہ جنوبی اسلام آباد، مکرم حمید المحامد اسلام آباد شرقی، مکرم ایم اے لطیف شاہد اسلام آباد وسطی، مکرم سعید احمد ریحان اسلام آباد شمالی، مکرم رشید احمد اسلام آباد شرقی۔

کراچی مکرم مبارک احمد ہاشمی شاہ فیصل ڈرگ کالونی، مکرم ملک محمد صدیق محمود آباد، مکرم حمید الدین ماڈل کالونی، مکرم مسعود احمد ظفر عزیز آباد، مکرم محمود احمد وینس کورنگی، مکرم محمد ظفر اللہ ڈرگ کالونی گرین ٹاؤن، مکرم ھبۃ اللہ کاہلوں محمود آباد، مکرم چوہدری ناصر احمد گوندل النور کراچی، مکرم ذکاء اللہ ڈھڈی ڈرگ کالونی۔ مکرم حمید اللہ گرین ٹاؤن ڈرگ کالونی، مکرم مسرت شمیم قریشی النور کراچی، مکرم مجیب احمد ناصر النور کراچی، مکرم ملک طاہر احمد خان محمود آباد، مکرم ملک محمد شفیق ڈرگ کالونی، مکرم مقبول الٰہی ملک ڈرگ کالونی، مکرم محمد سرور ڈرگ کالونی کراچی ایسٹ، مکرم ڈاکٹر اشفاق احمد ڈرگ کالونی، مکرم ساجد جمیل ملک ڈرگ کالونی، مکرم عبدالجبار صدیق ڈرگ کالونی، مکرم ریاض احمد ڈرگ کالونی، مکرم سفیر احمد باجوہ گلشن جامی، مکرم مصور احمد طاہر ماڈل کالونی، مکرم محمد ابراہیم شاد گلشن جدید سٹیل ٹاؤن، مکرم عبدالباری قیوم شاہد مارٹن روڈ، مکرم شفیق احمد شاہد نارتھ کراچی، مکرم نعیم احمد کلفٹن کراچی، مکرم بشیر الدین صدیقی گلشن جامی، مکرم سید محمد میاں سلیم گلشن اقبال غربی۔

متفرق: مکرم میاں نذر محمد حافظ آباد، مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید حافظ آباد، مکرم جاوید اقبال کاہلوں چک نمبر ۳۳۴ ج۔ب دھیرو کے ٹوبہ ٹیک سنگھ، مکرم مرزا خالد احمد گوجرانوالہ شرقی، مکرم ڈاکٹر محمد اکرم گوجرانوالہ شرقی، مکرم بشیر احمد زاہد لطیف آباد غربی حیدر آباد، مکرم بشارت احمد طاہر کھاریاں گجرات، مکرم چوہدری محمد اکبر گوندل حسن آباد ملتان شرقی، مکرم فضل الرحمٰن ملک پاک عرب کھاد فیکٹری ملتان، مکرم محمد ثناء اللہ شیخوپورہ، مکرم مقبول احمد چوہدری بہاولنگر شہر، مکرم محمد ادریس فاروقی بہاولنگر شہر، مکرم ڈاکٹر سید مسعود احمد شاہ حیات آباد پشاور، مکرم جلال الدین شاد سیالکوٹ شہر، مکرم محمود مجیب اصغر اٹک شہر۔

(مرتبہ: پروفیسر عزیز احمد طاہر نائب قائد تعلیم)

ایک ضروری وضاحت:

ماہنامہ انصاراللہ کے شمارہ جنوری ۲۰۰۴ء میں ایک ایرانی میگزین Echo of Islam جنوری ۱۹۹۷ء کے ایک آرٹیکل کا ترجمہ پروفیسر راجا نصر اللہ خاں صاحب نے دیا تھا۔ اس ترجمہ کے بارہ میں موصوف نے وضاحتاً لکھا ہے کہ سائنسی دنیا میں سب سے بڑا انعام ''نوبیل'' ہے جو انگریزی لفظ Nobel کا صحیح تلفظ ہے۔ اس انعام کی ابتداء سویڈن کے سائنسدان الفریڈ نوبیل Alfred Nobel سے ہوئی تھی۔

ترجمہ کی سطر نمبر ۸ پر کیمبرج یونیورسٹی کا لفظ ہے۔ نیز آخر پر مظہر جان جاناں کا شعر مترجم کا تاثر تھا نہ کہ ایرانی اخبار کے اقتباس کا ترجمہ۔ قارئین درستی فرمالیں۔ (ادارہ)

حسن کارکردگی مجالس انصاراللہ پاکستان

سال ۲۰۰۳ء/۱۳۸۲ہش میں زعماء اعلیٰ اور مجالس مقامی انصاراللہ پاکستان میں کارکردگی کے لحاظ سے علم انعامی کی حقدار اور پہلی دس مجالس کی فہرست حضور کی خدمت میں منظوری کیلئے بھجوائی گئی تھی۔ جسے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے منظور فرمالیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کے لئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین

۱۔	مجلس انصاراللہ دارالذکر فیصل آباد	اول اور علم انعامی کی حقدار			
۲۔	مجلس انصاراللہ بیت الاحد لاہور	دوم	۳۔	مجلس انصاراللہ مارٹن روڈ کراچی	سوم
۴۔	مجلس انصاراللہ ڈرگ کالونی کراچی	چہارم	۵۔	مجلس انصاراللہ اسلام آباد شرقی	پنجم
۶۔	مجلس انصاراللہ ٹاؤن شپ لاہور	ششم	۷۔	مجلس انصاراللہ محمود آباد کراچی	ہفتم
۸۔	مجلس انصاراللہ کریم نگر فیصل آباد	ہشتم	۹۔	مجلس انصاراللہ ماڈل کالونی کراچی	نہم
۱۰۔	مجلس انصاراللہ بیت التوحید لاہور	دہم			

حسن کارکردگی ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ پاکستان

سال ۲۰۰۳ء/۱۳۸۲ہش میں ناظمین اضلاع مجالس انصاراللہ پاکستان میں حسن کارکردگی کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ناظمین اضلاع اسناد خوشنودی کے حقدار قرار پائے۔

ان کے نام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں منظوری کیلئے پیش کئے گئے جو حضور انور نے منظور فرمائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کیلئے یہ اعزاز مبارک فرمائے۔ آمین

۱۔ نظامت ضلع کراچی اول ناظم ضلع مکرم قریشی محمود احمد صاحب

۲۔ نظامت ضلع حافظ آباد دوم ناظم ضلع مکرم ڈاکٹر چوہدری ناصر احمد جاوید صاحب

۳۔ نظامت ضلع میرپور خاص سوم ناظم ضلع مکرم ناصر احمد واہلہ صاحب

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ پاکستان۔ ربوہ)

☆............☆............☆............☆

رجوعہ (ضلع منڈی بہاؤالدین) میں احمدیت

از: چوہدری صفدر علی وڑائچ سرگودھا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۳ء میں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جب جہلم تشریف لے گئے تو اس علاقہ کے لوگوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ پھر سلسلہ احمدیہ کے نامور عالم اور بزرگ حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب کے ذریعہ بھی ضلع گجرات میں کثرت سے لوگوں نے احمدیت کو قبول کیا اور جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ چنانچہ تحصیل پھالیہ کے ایک گاؤں رجوعہ اور اس کے ماحول کے نیک فطرت دیہاتیوں نے امام الزمان کو قبول کیا اب یہ گاؤں ضلع منڈی بہاؤالدین میں شامل ہے۔ قبل ازیں ضلع گجرات میں شامل تھا۔ مضمون نگار کے آباء واجداد رجوعہ گاؤں میں سکونت پذیر رہے ہیں۔ احمدیت کے قیام کی یہ داستان موصوف کی معلومات پر مبنی ہے۔

مکرم چوہدری مرزا خاں صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ رجوعہ نے بیان کیا کہ رجوعہ تحصیل پھالیہ میں حضرت حکیم مرزا علی احمد صاحب امام الصلوٰۃ اس علاقہ کے مشہور حکیم بھی تھے وہ اپنے خطبات میں امام مہدی کی آمد کے متعلق قرآن واحادیث میں پائی جانے والی پیشگوئیاں بیان کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کے دعویٰ مسیح موعود کے بارہ میں سنا تو قادیان جا کر بیعت کر لی بعد میں باقی چاروں بھائیوں نے بھی بیعت کر لی۔ ان میں سے دو کے نام مرزا نور احمد اور مرزا سلطان احمد تھے...... جب ان کی بیعت کا علم لوگوں کو ہوا تو ان کی سخت مخالفت ہوئی۔ مکرم چوہدری سکندر خاں صاحب راں کو حضرت حکیم مرزا علی احمد صاحب کے ذریعہ پیغام پہنچا تو وہ بھی قادیان گئے اور بیعت کر کے آئے تو ان کے دوسرے بھائی جنجر خاں صاحب عمر دین صاحب، امام الدین صاحب اور فضل دین صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ مکرم غلام احمد صاحب راں موجودہ صدر جماعت احمدیہ ان کی اولاد میں سے ہیں۔ ایک پوتے مکرم سردار خاں ولد خوشی محمد کی اولاد چک نمبر ۳۲ جنوبی ضلع سرگودھا میں آباد ہے۔ حکیم برادران پڑھے لکھے لوگ تھے مختلف شہروں میں جا کر آباد ہو گئے۔

جب اس چھوٹے سے گاؤں میں دس خاندان حلقہ بگوش احمدیت ہوئے تو علاقہ بھر میں ایک شور برپا ہو گیا دعوت الی اللہ کا ماحول پیدا ہو گیا۔ مخالف علماء نے ان نو احمدیوں کو ڈرانے دھمکانے کا رویہ اختیار کیا تا کہ یہ احمدیت سے منحرف ہو جائیں۔ چنانچہ رجوعہ میں علماء کو بلایا گیا ان سے تقاریر کروائی گئیں آخر اس سلسلہ میں ایک مباحثہ کی طرح ڈالی گئی حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حین حیات میں ایک دفعہ موضع رجوعہ تحصیل پھالیہ کے بعض احباب مجھے اپنے

ساتھ لے گئے۔ جب میں ان کے گاؤں میں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کے غیر احمدی لوگ حافظ مولوی قطب الدین صاحب ساکن چک میانہ کو جو اس علاقہ میں شہرت رکھتے تھے احمدیوں کو بہکانے کے لئے لائے ہوئے ہیں اور یہ بھی سنا گیا کہ انہوں نے ایک مجلس میں قرآن مجید اور احادیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور دلائل کی تردید کی بھی کوشش کی ہے۔ خیر جب میں وہاں پہنچا اور لوگوں کو بھی میرے آنے کی اطلاع مل گئی تو ایک اجتماع کی صورت میں مولوی صاحب مذکور سے مباحثہ شروع ہو گیا اس مباحثہ میں جب خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کو کھلی کھلی شکست دی اور ان کے سب دلائل ٹوٹ گئے لوگوں پر خاص اثر ہوا اور چوہدری قطب الدین صاحب اور چوہدری بڈھا صاحب وڑائچ اس وقت احمدی ہو گئے۔" (حیات قدسی حصہ دوم ص ۷۱۔۷۸)

خاکسار کے پڑدادا مکرم چوہدری بڈھے خاں صاحب وڑائچ نے جون ۱۹۰۳ء میں ۶۰ سال کی عمر میں احمدیت قبول کی۔ آپ راں برادران کے داماد تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ قرآن تقسیم کر رہے ہیں تو میں نے بھی ایک قرآن ان سے لے لیا۔ یہ ان کے حضرت مسیح موعود کو قبول کرنے کی طرف اشارہ تھا۔ چنانچہ قبول احمدیت کے بعد آپ قادیان گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شرف ملاقات حاصل ہوا آپ اپنی ملاقات کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

ایک دفعہ میں قادیان آیا۔ نئے مہمان خانہ میں چار چارپائیاں نئی تھیں اور ایک پرانی۔ حضرت صاحب تشریف لائے اور ایک پرانی اور ٹوٹی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے قریباً چھ سات آدمی اور کھڑے تھے سب کو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ ہمیں بڑی شرم محسوس ہوئی۔ کہ حضرت صاحب ایک چھوٹی سی چارپائی پر بیٹھ گئے ہیں۔ جو پرانی ہے...... ہم اچھی چارپائیوں پر کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ ہم یہ سوچ رہے تھے کہ ایک مولوی صاحب نے کہا کہ یوں تو آپ حضرت صاحب کا ادب کر رہے ہیں مگر حضور کے فرمان کا انکار کر رہے ہیں۔ اس پر ہم بیٹھ گئے۔ میں بالکل حضور کے سامنے بیٹھا تھا۔ میرے ساتھ بٹالہ کے ہندو تحصیلدار کا چپڑاسی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے مجھے حضور کے آگے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ جب دو تین دفعہ اس نے ایسا کیا۔ تو میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اس نے کہا کہ پیچھے تحصیلدار بیٹھا ہے وہ حضور کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا وہ تو بٹالہ سے آئے ہیں اور میں ضلع گجرات سے آیا ہوں۔ میں نے جب اونچی آواز سے کہا تو حضور نے فرمایا کہ جس جگہ بیٹھے ہو۔ بیٹھے رہو۔

ایک دفعہ ہم یہاں قادیان آئے۔ طاعون کا ہماری طرف زور تھا۔ ہم نے عرض کیا کہ حضور طاعون کا زور ہے۔ فرمایا جب کوئی چوہا مرے تو فوراً باہر نکل جانا چاہئے اور کنوئیں پر ڈیرہ لگا لیا کرو۔ ہم نے عرض کی کہ حضور باہر کوئی مکان نہیں ہوتا۔ فرمایا:۔

چوتھیوں کی پائلیں بنا لیا کرو (یعنی عارضی خیمے بنا لیا کرو)

ہمارے گاؤں کا ایک شخص عمر تھا۔ اس کے متعلق مشہور تھا کہ جب کبھی وہ حضرت صاحب کے پاس آتا تھا۔ حضور سے لپٹ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارے ساتھ بھی آیا۔ کوئی ۸۔۹ بجے کا وقت تھا حضور (بیت) مبارک میں تشریف فرما تھے۔ ہم حاضر ہوئے تو عمر حضور سے لپٹ گیا۔ اور عرض کیا کہ حضور دل چاہتا ہے کہ آپ کو اس طرح اپنے گھر لے جاؤں۔ حضور نے زبان سے کچھ نہیں فرمایا مگر اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھے رکھا۔ (رجسٹر روایات نمبر ۱۲ ص ۵۳۔۴۵)

مکرم مرزا خان صاحب (جو حضرت بڈھے خاں صاحب کے بیٹے اور خاکسار کے والد کے چچا ہیں) بیان کرتے ہیں کہ چوہدری قطب دین صاحب کے احمدی ہونے کے بعد ان کے سب بھائی بھی احمدیت میں شامل ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود جب مقدمہ مولوی کریم دین کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو اس موقع پر رجوعہ کے مزید چار افراد مکرم محمد الدین صاحب۔ مکرم خدا بخش صاحب۔ مکرم کریم بخش صاحب اور مکرم حسن محمد صاحب زمیندار بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح رجوعہ کے گاؤں کا اہم حصہ احمدیت کی آغوش میں آ گیا تو ۲۳ خاندانوں پر مشتمل جماعت قائم ہو گئی۔

حضرت چوہدری بڈھے خاں صاحب چونکہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے حتیٰ کہ قرآن مجید ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ نے جو خواب دیکھا تھا اس خواب کی بناء پر حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب سے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا جو ایک سال کے اندر مکمل طور پر پڑھ لیا۔

حضرت چوہدری صاحب کا ڈیرہ لوگوں کے راستہ پر تھا اس لئے آپ ڈیرہ پر حقہ تیار رکھتے اور آنے جانے والے مسافر ستانے کے لئے اکثر آ جاتے۔ آپ ان کو بتاتے کہ دیکھو امام مہدی آ گیا ہے قادیان جا کر دیکھ لو۔ اس طرح دعوت الی اللہ کا کام ہوتا رہتا۔ آپ مالی قربانی میں بھی حصہ لیتے رہے۔ لمبا عرصہ خدمت دین کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع ملا۔

مکرم چوہدری مرزا خاں صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ایک مقدمہ عدالت میں چل رہا تھا جس میں حضرت چوہدری بڈھے خاں صاحب کے تینوں بیٹوں اور چاروں پوتوں کو قید ہونے کی سزا کا خدشہ تھا اگرچہ یہ سب جھوٹے مقدمے میں ملوث تھے۔ چوہدری مرزا خاں صاحب کہتے ہیں میں پیشی سے ہو کر آیا ایک سرکاری کارندے نے مجھے ترغیب دی کہ پانچ سو روپے رشوت دیں تو سب کی جان چھڑوا دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ کل تک لے کر آ جاؤں گا میں نے والد صاحب سے ساری حقیقت بیان کی آپ نے فوری طور پر پانچ سو روپے کا بندوبست کر لیا اور صبح میرے ساتھ چل پڑے۔ راستے میں دعوت الی اللہ کرتے ہوئے نماز ظہر کے وقت پھالیہ پہنچ گئے ظہر کی نماز ادا کی والد صاحب نے بہت لمبا سجدہ کیا جس سے میں پریشان ہو گیا میں نے آواز دے کر کہا کہ اب تو دفتر بھی بند ہونے والے ہیں تب سجدہ سے سر اٹھایا۔ نماز کے بعد سیدھے ڈاکخانے چلے گئے۔ میں پیچھے پیچھے تھا ڈاکخانے جاتے ہی وہ پانچ سو روپیہ قادیان منی آرڈر کر دیا اور پھر جج صاحب کی کوٹھی کی طرف روانہ ہوئے میں نے کہا کہ اب کیا لینا ہے وہ رقم تو آپ قادیان بھجوا چکے ہیں۔ مجھے بڑے تحمل سے فرمایا میاں اس رقم کی خدا تعالیٰ

باقی صفحہ ۴۰ پر

اخبار۔ مجالس

(۱) ریفریشر کورس مجلس انصار اللہ علاقہ میر پور خاص

مورخہ ۵ مارچ ۲۰۰۴ء کو عہدیداران کے لئے نظامت انصار اللہ علاقہ میر پور خاص نے ریفریشر کورس کا انتظام کیا جس میں مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر وقائد تعلیم نے شرکت کی۔ مورخہ ۵ مارچ ۲۰۰۴ء بروز جمعة المبارک ۱۱:۳۰ بجے مرکزی نمائندہ نائب صدر کی زیر صدارت ریفریشر کورس کا آغاز تلاوت قرآن کریم وعہد سے ہوا۔ مکرم چوہدری جاوید احمد صاحب بسمل نائب ناظم نے علاقہ میر پور خاص کی کارکردگی کی رپورٹ پیش کی۔

مرکزی نمائندہ نے ریفریشر کورس کے آغاز میں اس کے مقاصد بتائے کہ نئے آنے والے عہدیداران کو کام کرنے کا طریق بتایا جائے بعض دفعہ اچھے کام کرنے والے بعض ضروری کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں اور رپورٹ فارم مکمل نہیں کرتے جس وجہ سے اچھا کام کرنے والی مجالس واضلاع مقابلے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آپ نے تلقین کی کہ ہر عہدیدار کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہئے رات کو سونے سے پہلے سارے دن کی کارکردگی کا محاسبہ کریں۔ عہدیدار کا ذاتی نمونہ اچھا ہونا چاہئے۔ حضرت رسول کریم ﷺ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے آپ کی خوبیوں کو اپنے اندر پیدا کریں۔ مرکزی نمائندہ نے آخر میں ریفریشر کورس میں شامل ہونے والے عہدیداران کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اس پروگرام میں مکرم محمود احمد قریشی صاحب ناظم انصار اللہ ضلع کراچی اور مکرم نعیم احمد خان صاحب ناظم علاقہ سندھ کراچی بھی شامل ہوئے اجلاس کے آخر میں ناظم علاقہ سندھ کراچی نے خطاب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود کی اس نصیحت کی طرف توجہ دلائی۔

”چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا“ (کشتی نوح)

اس ریفریشر کورس میں ضلع بدین، سانگھڑ، حیدرآباد اور میر پور خاص کے ناظمین اضلاع وزعماء مجالس ضلع میر پور خاص وضلعی عاملہ اور عاملہ علاقہ میر پور خاص نے شرکت کی اس طرح کل ۴۵ عہدیداران نے اس ریفریشر کورس سے استفادہ کیا۔ الحمدللہ یہ پروگرام ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ (مرسلہ: عبدالمجید زاہد نائب ناظم عمومی مجلس انصار اللہ ضلع میر پور خاص)

(۲) مجلس انصار اللہ دارالذکر فیصل آباد کی کارکردگی

<u>ریفریشر کلاس</u>: مورخہ ۲۹ر فروری ۲۰۰۴ء کو مجلس عاملہ کی ریفریشر کلاس کا انعقاد کیا گیا۔ مکرم ملک عبداللطیف خاں صاحب

ناظم ضلع فیصل آباد نے صدارت کی۔اور مرکز کے نمائندہ مکرم حفیظ احمد صاحب مربی سلسلہ نے شرکت کی۔آپ نے ہر شعبہ کا تفصیلی ذکر کیا اور مجلس کے کاموں کا تفصیلی جائزہ لیا۔مکرم ناظم صاحب ضلع اور مکرم مربی صاحب سے اراکین عاملہ کا تعارف بھی کروایا گیا۔ریفریشر کورس میں عاملہ کے ۱۶۔اراکین شامل ہوئے۔دعا کے ساتھ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

(مرسلہ: لیاقت علی نائب زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ دارالنور۔فیصل آباد)

(۳) مجلس دارالنور فیصل آباد کی مساعی اشاعت

پروگرام رابطہ : مجلس دارالنور نے یہ پروگرام بنایا کہ ماہنامہ انصاراللہ فرداً فرداً دوستوں تک پہنچایا جائے۔چنانچہ نیا شمارہ موصول ہوتے ہی اس پروگرام پر عمل کیا گیا۔۱۵۰ افراد سے رابطہ کیا گیا۔

نئے خریدار: جہاں اور کامیابیاں ہوئیں وہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے ۶ نئے خریدار بنائے گئے۔(الحمدللہ) پچھلے سال خریداروں کی تعداد ۳۴ تھی اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ۴۰ ہوگئی ہے۔اس موقعہ پر انصار سے ماہنامہ انصاراللہ کا چندہ وصول کیا گیا اور خریداروں کی ادائیگی ماہ فروری میں ہی ہوگئی۔ (پیر انعام الرحمن منتظم اشاعت مجلس انصاراللہ دارالنور فیصل آباد)

(۴) مجلس انصاراللہ راولپنڈی کا اجلاس یوم مصلح موعود

مورخہ ۲۸ فروری ۲۰۰۴ء بعد نماز مغرب رعشاء مجلس انصاراللہ راولپنڈی کے زیر اہتمام یوم مصلح موعود کا اجلاس منعقد ہوا۔تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد مکرم اعجاز الحق قریشی صاحب سیکرٹری تربیت اور سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ نے تقاریر کیں۔مکرم خواجہ عبدالغفار ڈار صاحب نے تحریک آزادی کشمیر کے بارہ میں حضرت مصلح موعود کی خدمات کا دلکش رنگ میں ذکر کیا۔ آخر میں مکرم سید انور احمد شاہ صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ راولپنڈی نے حاضرین کو نصائح کیں اور نمازوں کی حفاظت کے بارہ میں تلقین کی۔الحمدللہ یہ اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔اس اجلاس میں بشمول ۳۶۔انصار کل ۱۱۸۔ احباب نے شمولیت کی۔ (مرسلہ: زعیم اعلیٰ مجلس راولپنڈی)

☆..........☆..........☆

مجلس انصاراللہ پاکستان کی چھٹی سپورٹس ریلی

منعقدہ ۲۰، ۲۱، ۲۲ فروری ۲۰۰۴ء

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ چھٹی سپورٹس ریلی انصاراللہ پاکستان مورخہ ۲۰ تا ۲۲ فروری ۲۰۰۴ء کو منعقد ہوئی۔ امسال ریلی میں چار نئے مقابلوں کا اضافہ کیا گیا۔ اس طرح کل ۹ مقابلہ جات منعقد کروائے گئے۔ جن میں کل ۳۸۷ انصار بھائیوں نے حصہ لیا جنہوں نے ۳۴ [illegible]لاع کی ۱۳۵ مجالس سے شرکت کی۔

افتتاحی تقریب: چھٹی سالانہ سپورٹس ریلی کی افتتاحی تقریب مورخہ ۲۰ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک سہ پہر تین بجے ایوان محمود میں منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم ومحترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید سابق صدر مجلس انصاراللہ پاکستان تھے۔ تلاوت عہد اور نظم کے بعد محترم پروفیسر قریشی عبدالجلیل صادق صاحب (قائد ذہانت وصحت جسمانی) منتظم اعلیٰ سپورٹس ریلی نے رپورٹ پیش کی جس کے بعد مہمان خصوصی نے افتتاحی خطاب کیا۔ خطاب کے بعد گزشتہ سال کے چیمپیئن مکرم طارق حبیب ملک صاحب نے کھیلوں کے افتتاح کا اعلان کیا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد جملہ شرکاء کی خدمت میں ریفریشمنٹ دی گئی اور پھر کھیلوں کا آغاز مختلف مقامات پر ہوا۔

مقابلہ جات سپورٹس: امسال سپورٹس ریلی میں ہونے والے مختلف مقابلہ جات کی تفاصیل مندرجہ ذیل تھیں:۔

بیڈمنٹن: بیڈمنٹن کے مقابلہ جات ایوان محمود میں منعقد ہوئے۔ جن میں انصار کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ سنگل اور ڈبل میں صف اول اور صف دوم کے الگ الگ میچز ہوئے۔ مجموعی طور پر ۱۰۱ میچز کھیلے گئے اور ۱۰۸ کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔

صف اول سنگل میں ۲۹ میچز ہوئے اور ۲۲ کھلاڑی شامل ہوئے ان میں مکرم شیخ کریم الدین صاحب آف بہاولنگر اول اور خواجہ محمد اسلام صاحب آف سیالکوٹ رنراپ رہے۔ صف اول ڈبل میں اور ۱۴ کھلاڑی شامل ہوئے۔ کل ۷ میچز ہوئے ڈبل میں طارق محمود صاحب اور چوہدری منور احمد صاحب آف فیصل آباد کی ٹیم فاتح رہی جبکہ خواجہ محمد اسلام صاحب وغلام نبی صاحب آف سیالکوٹ رنراپ رہے۔

صف دوم سنگل مقابلہ جات میں ۴۸ کھلاڑی شریک ہوئے اور کل ۵۲ میچز ہوئے خالد محمود صاحب ربوہ چیمپیئن اور

طارق حبیب ملک صاحب لاہور رنر اپ ٹھہرے۔ ڈبل مقابلوں میں ۳۴ کھلاڑی شریک ہوئے ۱۳ میچز ہوئے۔ عبدالحلیم سحر صاحب و خالد محمود صاحب ربوہ کی ٹیم فاتح اور طارق حبیب ملک صاحب و ملک تبسم مقصود صاحب لاہور دوم قرار پائے۔

بیڈمنٹن کے بہترین کھلاڑی اور مین آف دی ٹورنامنٹ۔ رانا خالد محمود صاحب ربوہ قرار پائے۔

ٹیبل ٹینس: ٹیبل ٹینس کے دلچسپ مقابلے ایوان محمود میں ہوئے اس میں سنگل اور ڈبل کے مقابلے صف اول و صف دوم میں علیحدہ علیحدہ کروائے گئے۔ کل چار میزوں کا انتظام کیا گیا۔ یہ مقابلے کھلاڑیوں کی زیادہ تعداد کی وجہ سے تینوں دن جاری رہے۔

صف اول سنگل کے متعدد میچز ہوئے مکرم پیر افتخار الدین صاحب راولپنڈی اول اور مکرم ماجد احمد خاں صاحب راولپنڈی رنر اپ رہے۔ جبکہ صف اول ڈبل میں مکرم پیر افتخار الدین صاحب و پیر انصار الدین صاحب راولپنڈی کی ٹیم دوم اور مکرم ماجد احمد خان اور کرنل ظفر علی صاحب علاقہ لاہور کی ٹیم اول رہی۔

صف دوم سنگل میں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ربوہ چیمپیئن اور مکرم محمد انور صابر صاحب کراچی رنر اپ ٹھہرے جبکہ صف دوم ڈبل میں مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ربوہ۔ خواجہ ایاز احمد صاحب ربوہ اول اور مکرم محمد انور صابر صاحب، مکرم خورشید احمد صاحب کراچی دوم قرار پائے۔

ٹیبل ٹینس کے بہترین کھلاڑی اور مین آف دی ٹورنامنٹ۔ مکرم ضیاء اللہ مبشر صاحب ربوہ قرار پائے۔

والی بال: والی بال کے میچز عقب دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی گراؤنڈ میں منعقد ہوئے۔ اس میں کل ۸ ٹیموں نے شرکت کی ہر ٹیم ۱۰ کھلاڑیوں پر مشتمل تھی۔ والی بال کے کل ۱۵ میچز کھیلے گئے۔ علاقہ لاہور کی ٹیم فاتح اور ربوہ کی ٹیم دوم قرار پائی۔

رسہ کشی: رسہ کشی دلچسپ مقابلے بھی عقب دفاتر صدر انجمن احمدیہ کی گراؤنڈ میں ہوئے۔ اس میں کل ۹ ٹیموں نے شرکت کی۔ ہر ٹیم ۱۲ کھلاڑیوں پر مشتمل تھی۔ رسہ کشی کے کل ۱۹ مقابلے ہوئے۔ رسہ کشی میں ربوہ کی ٹیم جیت گئی اور سرگودھا کی ٹیم رنر اپ قرار پائی۔

کلائی پکڑنا: کلائی پکڑنے کے دلچسپ مقابلہ گراؤنڈ انصاراللہ پاکستان میں منعقد ہوئے۔ صف اول اور صف دوم کے علیحدہ علیحدہ مقابلے منعقد کئے گئے۔ صف اول میں ۳۶ انصار کے ۳۵ مقابلے ہوئے جبکہ صف دوم میں ۴۶۔ انصار کے درمیان ۴۸ مقابلہ جات ہوئے۔ یوں کلائی پکڑنے میں ۸۲ انصار نے حصہ لیا اور کل ۸۳ مقابلے ہوئے۔

صف اول میں مکرم محمد اقبال صاحب لاہور اول اور مکرم محمود احمد علوی صاحب ربوہ دوم قرار پائے۔

صف دوم میں مکرم محمد ادریس صاحب ربوہ اول اور مکرم ارشد علی بھلر صاحب علاقہ اندرون سندھ دوم قرار پائے۔

پیدل چلنا اور سیر کے مشاہدات: امسال مقابلہ جات میں پیدل چلنا اور مقابلہ سیر کے بعد مشاہدات قلمبند کرنے کے مقابلے بھی شامل تھے۔ یہ مقابلے ریلی کے دوسرے روز بعد نماز فجر منعقد ہوئے۔ مقابلہ پیدل چلنے کے دو جبکہ مشاہدات سیر قلمبند کرنے کا ایک ہی معیار تھا۔

مقابلہ پیدل چلنا میں صف اول کے ۳۰ اور صف دوم کے بھی ۳۰۔ انصار نے حصہ لیا۔ صف اول میں مکرم میاں عبدالقدوس صاحب راولپنڈی اول قرار پائے جبکہ کرنل رفیق احمد بھٹی صاحب راولپنڈی دوم قرار پائے۔ صف دوم میں مکرم ریاست علی صاحب ربوہ اول رہے۔ اور مکرم قدیر احمد صاحب سیالکوٹ دوم رہے۔ مقابلہ سیر میں ۸۴۔ انصار نے حصہ لیا جبکہ ۴۳ انصار کی طرف سے سیر کے محسوسات و مشاہدات پر مبنی مضامین موصول ہوئے مقابلے کا روٹ دفتر انصاراللہ پاکستان سے نئی جلسہ گاہ تک تھا۔ مقابلہ مضمون مشاہدات میں مکرم عمر حیات صاحب ربوہ اول قرار پائے جبکہ دوم انعام مکرم پروفیسر ثناء اللہ صاحب شیخوپورہ نے حاصل کیا اور حوصلہ افزائی کا انعام مکرم محمد طارق محمود صاحب ربوہ نے حاصل کیا۔

سائیکل ریس: سائیکل ریس کو بھی امسال پہلی بار ریلی مقابلہ جات میں شامل کیا گیا تھا۔ شارٹ ریس ۳۰۰ میٹر جبکہ لانگ ریس کا فاصلہ تین کلومیٹر تھا۔ شارٹ ریس میں ۲۹ جبکہ لانگ ریس میں ۳۱ انصار نے حصہ لیا۔ بیرون از ربوہ سے آنے والے انصار کے لئے ۳۰ سائیکلوں کا بھی انتظام کیا گیا۔ شارٹ ریس میں منصور احمد صاحب ربوہ اول اور نثار احمد صاحب ربوہ دوم جبکہ لانگ ریس میں رفیق احمد صاحب ربوہ اول اور منصور احمد صاحب ربوہ دوم قرار پائے۔

ایک ادبی نشست کا انعقاد: امسال سپورٹس ریلی میں پہلی بار کھلاڑیوں کیلئے ایک ادبی نشست کا اہتمام ریلی کے دوسرے روز نماز مغرب و عشاء اور طعام کے بعد انصاراللہ پاکستان کے لان میں بنائی گئی عارضی مقام صلوٰۃ میں کیا گیا۔ اس دلچسپ تقریب میں محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے بھی شرکت کی۔ انصار نے اپنا کلام، لطائف اور بعض دلچسپ واقعات سنائے۔ سٹیج سیکرٹری کے طور پر مکرم میجر شاہد سعدی صاحب اور مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نے فرائض سر انجام دیئے۔ اس موقع پر جناب مبارک احمد عابد صاحب اور مکرم چوہدری محمد علی صاحب وکیل التصنیف نے بھی اپنا کلام پیش کیا۔ حاضرین محفل کی خشک میوہ جات سے تواضع کی گئی۔

اختتامی تقریب: چھٹی سپورٹس ریلی کی اختتامی تقریب مورخہ ۲۲ فروری ایک بجے بعد دوپہر شروع ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی تھے۔ اس موقعہ پر بیڈمنٹن سنگل و ڈبل صف دوم کے فائنل کھیلے گئے نیز ٹیبل ٹینس کے فائنل بھی ہوئے۔ جو بڑی دلچسپی سے دیکھے گئے۔ فائنلز کے بعد تلاوت کے

ساتھ تقریب تقسیم انعامات کا آغاز ہوا۔عہد صدر مجلس انصاراللہ پاکستان محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب نے دہرایا۔جس کے بعد مکرم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب (قائد ذہانت وصحت جسمانی) منتظم اعلیٰ سپورٹس ریلی نے رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ امسال ۳۶۔اضلاع کے ۳۸۷۔انصار اس ریلی میں شریک ہوئے ہیں جبکہ گزشتہ سال ۱۹۔اضلاع کے ۲۲۵۔انصار نے شرکت کی تھی۔رپورٹ کے بعد مہمان خصوصی نے انعامات تقسیم فرمائے۔اور اختتامی خطاب میں فرمایا کہ جماعت کی تقاریب میں ہمیں پیار محبت اور اخوت کے جو نظارے نظر آتے ہیں وہ اردگرد ماحول میں ناپید ہیں اس پر جتنا بھی شکر کیا جائے وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ پیار محبت ہمیشہ ہم میں قائم رکھے۔الحمدللہ یہ ریلی بخیر وخوبی اختتامی دعا کے ساتھ سرانجام پائی۔

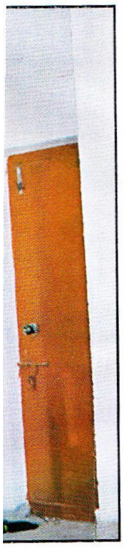
اختتامی تقریب میں حضرت مرزا عبدالحق صاحب (رکن خصوصی) بھی سرگودھا سے تشریف لائے تھے۔اس ریلی میں معمر ترین کھلاڑی ۸۴ سالہ رکن مکرم رفیق احمد گوندل صاحب آف کراچی تھے۔مجموعی طور پر علاقہ ربوہ اس ریلی میں اول قرار پایا۔ نماز ظہر وعصر کے بعد احباب کی خدمت میں مجلس انصاراللہ پاکستان کے سبزہ زار میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔جس کے ساتھ انصار کو الوداع کہا گیا۔اللہ تعالیٰ اس پروگرام کے مفید نتائج ظاہر فرمائے اور اس کی افادیت سارے سال پر محیط ہو۔اور جملہ خدمات بجالانے والے دوستوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔آمین

(رپورٹ: حبیب الرحمٰن زیروی صاحب منتظم اشاعت)

بقیہ از صفحہ ۳۴

کے دین کو ضرورت تھی جو میں نے بھجوا کر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے اب خدا تعالیٰ کو دیئے ہوئے کا نظارا دیکھ لینا۔آپ آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا۔عدالت ایک بلند جگہ پر تھی۔سیڑھیاں چڑھ کر جانا پڑتا تھا۔(یہ کوٹھی آج بھی پھالیہ میں موجود ہے اور جج کی رہائش گاہ ہے) ہم سیڑھیاں چڑھنے لگے آگے آگے والد صاحب تھے اور میں پیچھے تھا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت نوجوان ٹوپی پہنے ہوئے چچا جی چچا جی کہتا نیچے دوڑا آ رہا ہے اور والد صاحب کو گلے لگا لیا اور کہتا ہے کہ آپ کہاں۔والد صاحب نے کہا کہ میرے بچوں کو بے گناہ سزا دے رہے ہیں۔میں اسے حقیقت حال بتانا چاہتا ہوں اس نے کہا چچا جی جج تبدیل ہو گیا ہے اور میں اس کی جگہ آ گیا ہوں۔چنانچہ بعد میں نئے جج صاحب نے دوسری تاریخ پر فریقین کی صلح کروادی۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی مدد فرمائی۔

حضرت چوہدری بڈھے خاں صاحب نے ۱۹۵۸ء میں تقریباً ۱۱۵ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کی تدفین رجوعہ کے قبرستان میں ہوئی۔تحصیل پھالیہ کے ہر گاؤں میں حضرت چوہدری صاحب کے جاننے والے لوگ اب تک بھی موجود ہیں اور ان کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان مخلصین کی قربانیاں قبول فرمائے اور ان کے لگائے ہوئے اس پودا کو ثمر آور کرے۔آمین





مکرم طارق حبیب ملک صاحب مہمان خصوصی
سے بیڈمنٹن رنراپ (Runner Up)
کی ٹرافی وصول کر رہے ہیں



مکرم رانا خالد محمود صاحب مہمان خصوصی
سے بیڈمنٹن کا اول انعام حاصل کر رہے ہیں



مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ
سپورٹس ریلی میں علاقہ ربوہ
کے اول آنے پر ٹرافی وصول کر رہے ہیں

Monthly **ANSARULLAH** April 2004

Ph: 04524-212982

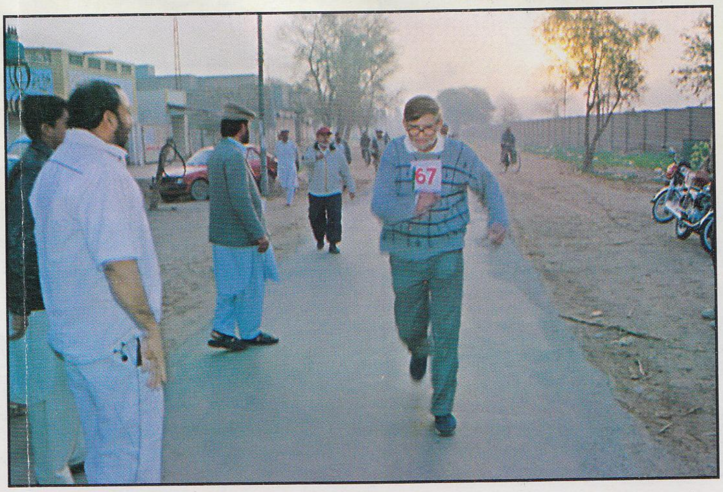
EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR Regd. # : CPL-34/CR-03



سپورٹس ریلی ۲۰۰۴ء کی مجلس انتظامیہ
صدر محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد کے ساتھ



پیدل چلنے کا مقابلہ - مہمان خصوصی
مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب شرکاء کے ساتھ



پیدل چلنے کے مقابلہ میں
مکرم کرنل (ر) رفیق احمد بھٹی صاحب راولپنڈی